میزانِ اَدب

مرتب:

ارشاد ڈیروی

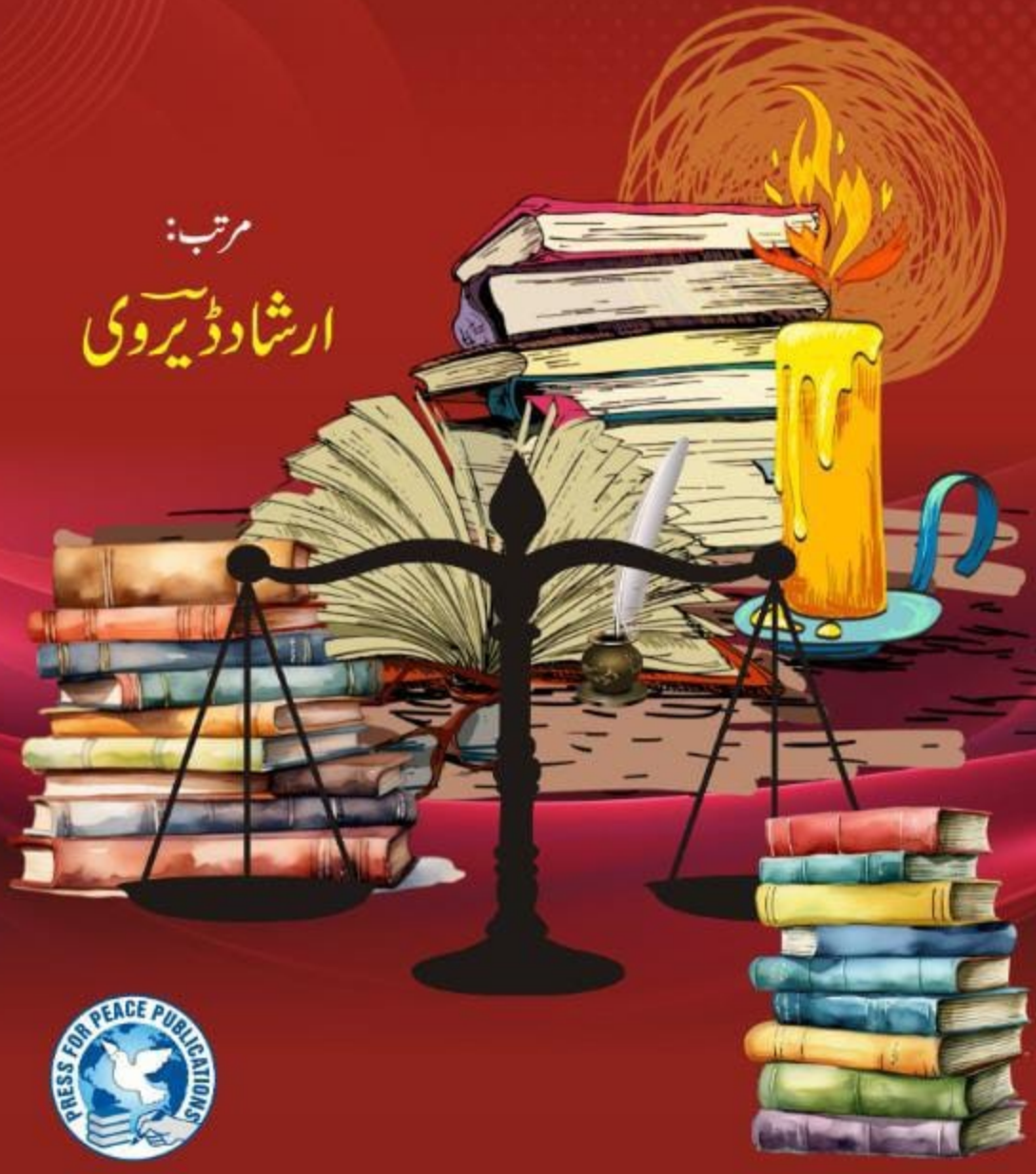

PRESS FOR PEACE PUBLICATIONS

میزانِ ادب

مرتب: ارشاد ڈیروی

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب: میزانِ ادب
مرتب: ارشاد ڈیروی
سرورق: سید ابرار گردیزی
اشاعت اول: ۲۰۲۵ء
قیمت: -/1200 روپے
ناشر: پریس فار پیس پبلی کیشنز
جیز کیش نمبر: 0322-4645781
pressforpeacepublication@gmail.com

انتساب

معظّمہ نقوی کی عظیم مادر گرامی

اور

شہداء حق کی عظیم ماؤں کے نام

حسن ترتیب

☆	سپاس نامہ	معظّمہ نقوی	6
☆	اظہاریہ	ارشاد حسین ڈیروی	7
☆	سیدہ معظّمہ نقوی ہماری نظر میں	پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب	10
☆	حساس لمحوں کی شاعرہ	ڈاکٹر مشتاق مہدی	25
☆	قلعہ بند شہزادی	پروفیسر اعتبار ساجد	30
☆	تالیف وتصانیف	محمد مجیب احمد۔انڈیا	32
☆	آزاد نظم کی شاعرہ	خالد شریف	38
☆	شخصیت وفن ایک تاثر	جسارت خیالی	39
☆	آخری بارش پر ایک اظہاریہ	نسیم سحر	42
☆	ہاتھ سے لکھی ہوئی کتابیں	پروفیسر ڈاکٹر مزمل حسین	47
☆	شعری وادبی کاوشیں	ڈاکٹر مشرف حسین انجم	49
☆	آخری بارش کا تنقیدی جائزہ	شفیق مراد	51
☆	مجموعہ انتخاب مودت نامہ	یٰسین ثاقب بلوچ	57
☆	ادبی افق پر ہمہ جہت	ڈاکٹر ہارون الرشید تبسّم	66
☆	منظوم نذرانہ	محمد یعقوب فردوسی	73
☆	آخری بارش	پروفیسر فلک ناز نور	76

☆	مودت نامہ	قربان حسین	79
☆	معظّمہ نقوی کے فن و شخصیت	پروفیسر عاصم بخاری	83
☆	بارشوں کی شاعرہ	انتظار حسین ساقی	85
☆	شاعر اور ادیبہ	صاحبزادہ یاسر صابری	89
☆	سلیقہ گفتار	ذیشان لغاری	97
☆	نوائے نقوی	ارشد حاکم	99
☆	مالکہ کفِ دست	باسط علی باسل	101
☆	اہل ادب کی نظر میں	اشتیاق احمد نوشاہی سچیاری	105
☆	معظّمہ نقوی بحیثیت نثر نگار	فخر عباس احمدانی	111
☆	معظّمہ نقوی کا مودت نامہ	امین ساجد سعیدی	116
☆	آخری بارش	نگہت فرمان	121
☆	نظموں کا باطنی سفر	کومل شہزادی	123
☆	نئے سفر کا آغاز	افتخار حسین عارف	126
☆	کربلائی شاعری	خانم زیدہ بخاری	127
☆	آزاد نظم	ڈاکٹر سورج نارائن	128
☆	آخری بارش	کشف الایمان	131
☆	جذبوں کی شاعرہ	علیزے نجف	132
☆	معظّمہ نقوی کی نثر نگاری	مظفر علی مظفر	136
☆	فصل گل	مبشر سلیم بشر	143

سپاس نامہ

تمام حمد وثناء خدائے لم یزل کے نام! جہاں میں کچھ مقدس رشتے روحانیت کے دم پہ قائم ہیں۔جن سے وابستگی ازل سے استوار ہے۔ایسی ہی ایک نایاب ودرویش صفت ہستی قابلِ صد محترم استاد الشعراء دبیرِ ثانی، راوئی کربلا ارشاد حسین ڈیروی صاحب کی ہے۔جو میرے روحانی باپ اور معلم ہیں۔جب مجھ پہ یہ راز افشاں ہوا کہ آپ میرے اوپر لکھے گئے ،بکھرے موتیوں کو یکجا کر کے محفوظ کرنے کی سعی کر رہے ہیں۔یہ بات میرے لیے بے پناہ مسرت اور باعثِ اعزاز تھی۔اس عظیم امر پہ آپ کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے لفظ میرا ساتھ نہیں دے پائے۔

میں سپاس گزار ہوں اپنے رب اکبر کے حضور جس کے لطف وکرم کے طفیل مجھے شفیق باپ کے روپ میں دنیائے ادب میں معتبر ہستی سے نوازا۔آپ نے میری ہر قدم پر راہنمائی فرمائی،اور یہ گراں قدر ''میزانِ ادب'' آپ کی شبانہ روز کاوشوں ہی کا ثمر ہے۔ آپ کے ساتھ ساتھ میں دنیائے ادب میں نقد وعلم کا بہت بڑا نام جناب پروفیسر ڈاکٹر ایوب صاحب کی تہہ دل سے ممنون ہوں جنھوں نے میرے کام پہ مفصل ناقدانہ بصارت سے کشف فرمایا۔اور فرداً فرداً اُن تمام ذی وقار ادباء کی سپاس گزار ہوں جن کی بِساط نے مجھے رختِ سفر باندھے رکھنے کا عزم بخشا۔

خیر اندیش:معظّمہ نقوی

.....❁.....

اظہاریہ

محترمہ معظّمہ نقوی صاحبہ اساڈے شہر ڈیرہ غازی خان دی اُو بّھاگ وّند تے مّانڑ مُقدر بی بی ہے جنّیندے ادبی خدمات توں پورا پاکستان واقف ہے، بلکہ میڈا ایں آکھنڑ وی بے جاہ نہ ہوسی جو اِنھیں دے قلم دی ریشم روح دی خوشبو ہمسایہ مما لک انڈیا، بنگلہ دیش، ایران، کنیڈا، امریکہ، نیدرلینڈ جتھاں اردو زبان بولی ویندی ھے اپنڑی عرق ریزی دا دائرہ محیط کر چُکی ہے۔

معظّمہ نقوی اپنڑیں معاشرے دیں محرومیاں کوں اپنے قلم دی پاکیزہ نوک نال قرطاس تیئں گھن ونجڑ داڈھنگ خوب جانڑدی ہے، نثر نگاری ہووے، یا کالم نویسی، افسانہ ہووے، یا مضمون نگاری، شاعری ہووے، یا تنقید اِنھیں دے اپنڑی مشاہدات تے تجربے دا نچوڑ کاغذ دے مقدس مُصّلے تے منفرد مقام رکھدے، اِنھیں دے لِکھیے ہوئے تبصرے تے تحقیقی مضمونے دا معیار ادب دی ترکڑی تے پورا اُتر دا ڈِسدے، ایِ اُو متحرک مُصنفہ ھے اردو ادب دی کُئی وی صنف ایندے قلم دی مشق توں خالی نئیں، میں سمجھداں اساڈے وسیب دی ایں بالڑی دا اردو ادب وچ پیرّ کھنڑ اں کہیں جہادتوں گھٹ کا نئ، ایِ گال ہُنڑ تُساں خود سوچو ہک سادات گھرانے دی دھی دے بال دا ساڈے اِیں دیسی ماحول وچ اپنڑاں مقام خود پیدا کرنڑاں کِتناں اُوکھا کم ہے۔

معظّمہ نقوی صاحبہ دے بارے مرزا فرزانہ سحاب دا آکھنڑ ہے، جو معظّمہ نقوی کی نثر پر ماہرانہ گرفت کا پتہ چلتا ہے اور ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کوئی شاعرہ نثر پر بھی مہارت رکھتی ہو، تاہم معظّمہ نقوی نظم اور نثر دونوں میں یکساں مہارت رکھتی ہے، نوائے نقوی میں اوہناں نے مختلف موضوعات وشخصیات اور کتب کو اپنی تحریر کا موضوع بنایا ہے جس میں وہ بہت حد تک کامیاب رہی ہیں مرزا فرزانہ سحاب، نیدر لینڈ، اپنڑی شخصیت دے شیشے توں باہر آونڑ والی تریمت دا جذبہِ احساس توھاڈے سامنڑیں ہے۔

مہکتی ہے یہ خو شبو کی طرح
بکھرتی ہے یہ پھولوں کی طرح
ٹپکتی ہے یہ اس قطرے کی مانند
کبھی گرج کر برستی ہے ساون کی طرح
دوڑتی ہے رگوں میں لہو کی طرح
دلوں سے کبھی یہ اترتی نہیں
محبت کبھی مرتی نہیں

با مقصد الفاظیں دی چونڑ تے خیالات دی بلدی مصنفہ کوں منزلِ مقصود تک پہنچاونڑ دا کردا ادا کر گئی ہے، معظّمہ نقوی صاحبہ اپنڑیں آسیؤں پاسیؤں دے ماحول تے معاشرے دی اکھ وچ اکھ پا کے وّڈی سنجیدگی دے نال احساسات کوں زبان ڈیونڑ دی کوشش کیتی ہے اِنہاں دیاں لِکھیاں ہوئیاں کتاباں، مودت نامہ، کفِ دست، نوائے نقوی، آخری بارش، مُنہ بولیندیاں ہوئیاں سنداں ہِن۔

معظّمہ نقوی صاحبہ دی، شخصیت تے فن، دے اُتے جناب عزتِ مآب سئیں پروفیسر

ڈاکٹر محمد ایوب صاحب نے منفرد تے تحقیقی کم کر کے اے ثابت کر ڈِکھا لیے کہ معظّمہ نقوی صاحبہ ہک مضبوط قلمکار، تے کنہ مشق شاعرہ ہے، نثر نگاری دی دنیا وچ پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب صاحب دی اے کتاب تاجور تھیسی۔

اُوہناں تاں پورے پاکستان دیں تقریباً تمام ادبی تنظیمیں کولوں اعزازی سنداں اِنھیں دے مقصوم وچ آئین، 8 گولڈ میڈل، تمغۂ ادب دے نال نال انٹرنیشنل گزٹ عزازی شیلڈاں تے اِنہا دا نانواں درج ہے۔

اِنہاں دا نوکیلا اسلوب اِنہا دے وکھرے پن کوں دھرتی واس لوکیں وچ ازبر رکھدے، اساں سرائیکی ادب ڈیرہ غازی خان دی طرفوں دُعّا گوہئیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بصدقہ چہاردہ معصومین اِیں بی بی کوں قدم قدم تے کامیابی وکامرانی عطا فرماوے آمین ثم آمین، زندگی رہی تاں وت کہیں کتاب وچ مِلسوں وسلام۔

راوی کربلا
ارشاد ڈیروی

سیدہ معظّمہ نقوی ہماری نظر میں

تعارف: سیدہ معظّمہ نقوی

مبصر: پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب

نام: سیدہ معظّمہ بتول

قلمی نام: معظّمہ نقوی

تخلص: نقوی

تعارف: سیدہ معظّمہ نقوی

پیدائش: 12 جولائی ڈی۔جی۔خان شہر محلّہ غازی شیر میں ہوئی۔

نسل: سید جعفری اور نقوی۔

تعلیم: ایم۔ اے اردو (تا حال سلسلہ جاری ہے) ڈپلومہ جات، لائبریری سائنس و کمپیوٹر آئی ٹی، ایم ایس ورڈ، انٹرنیٹ براؤسنگ وغیرہ۔

شوہر کا نام: سید مہدی حسن نقوی

اولاد: ایک بیٹی سیدہ معجزہ حسن

سیدہ کی پرورش ننھیال میں ہوئی۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم اسکول نمبر:1 سے حاصل کی۔ اعلیٰ ثانوی تعلیم شہر کے قدیم ہائی اسکول ملا قائد شاہ سے مکمل کی۔ جبکہ انٹر گورنمنٹ کالج

برائے خواتین ڈی۔ جی۔ خان سے کیا۔ گریجویشن اور ماسٹرز کی تعلیم کے لیے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کا انتخاب کیا۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ مختلف پرائیویٹ اسکولز میں ایڈمنسٹریشن اور ٹیچنگ کے فرائض کو بھی بخوبی نبھایا۔ کچھ عرصہ اسٹیٹ لائف انشورنس پالیسی کی فیلڈ سے منسلک بھی رہیں اور یہاں کی تربیتی ورکشاپس بھی مکمل کیں۔ مگر شعبہ نہیں بنا سکیں۔ ان کو اپنی اماں جان سے سے بے حد محبت تھی، اس لیے وہ اُن کا پہلا محبوب تھیں۔

لکھنے کا سفر بچپن سے ہی تھا۔ جب شعوری سطح اتنی نہ تھی کہ اپنے لکھے کو کوئی نام دے سکے تو آپ نے باقاعدہ طور پر تیرہ سال کی عمر میں اپنی پہلی نظم منتظر نگاہیں لکھی پھر اسے اپنی اُس وقت کی اکلوتی سکھی کو سنایا اور اس کے بعد جب بھی جو بھی لکھتیں اس کو سناتیں۔ یوں یہ سلسلہ جاری رہا اور آپ نے کئی ڈائریاں بنائیں۔ اُن کی فطرت عام لڑکیوں کی طرح کبھی نہ تھی نہ انہیں رنگ برنگے بھڑکیلے کپڑوں کا کبھی جنون رہا، نہ زیورات و دیگر کھلونوں کا جو ہر لڑکی کی کمزوری ہوتے ہیں۔ اُن کی دلچسپی ہر سال کی نئی ڈائری بنی یا پھر ہر رنگ کے پھول بنے۔ گھر کا ماحول باپردہ، مذہبی اور سخت ہونے کی وجہ سے سلیبس اور دینی کتب کے علاوہ گھر میں اور کسی کتاب کا پڑھنا منع تھا۔ یوں اُن کو منظر عام پر آنے کا کوئی سازگار ماحول میسر نہ آسکا اور انھوں نے سب کچھ وقت کے دھارے پر سب چھوڑ دیا مگر اپنا لکھا سنبھال کر رکھا۔ آپ کے ہمسفر نے اس معاملے میں آپ کی بہت ہمت بڑھائی اور یوں آپ ادب سے جڑی رہیں۔

آپ ادبی دنیا میں 2018ء میں متعارف ہوئی۔ 2019ء فروری میں پہلا انتخاب کف دست جس کو انہوں نے بہت پہلے ترتیب دیا۔ منظر عام پر لے آئیں اور اس کے بعد 2021ء ستمبر میں مرثیہ وسلام کا انتخاب مودت نامہ تدوین کیا۔ 2014ء سے ملکی وغیر ملکی

اخبارات، رسائل و جرائد میں جتنی نثری تحاریر لکھیں۔ ان تمام کو یکجا کر کے انہوں نے 2023ء جنوری میں اپنی پہلی تصنیف نوائے نقوی منظر عام پر لائیں۔

یہ کتاب نثری تخلیقات، تحقیقی مضامین، کالم و تبصرہ جات پر مشتمل ہے۔ شاعری میں آزاد نظم کو وطیرہ بنایا اور آخری بارش کی صورت میں اپنے قارئین کی نذر کی۔ اس کے علاوہ غزل، متفرق اشعار، سلام و قطعات نیز افسانہ نگاری و سرائیکی زبان میں بھی شاعری پر کام جاری ہے۔ آپ کا ڈی جی خان کی وکی پیڈیا ہسٹری میں نامور شخصیات کی فہرست میں بطور شاعرہ نام درج ہے۔ اردو کی سب سے مقبول اور عالمی سطح پر بڑی ویب سائٹ ریختہ میں بھی، اردو پوائنٹ پر بھی تصانیف اور کلام درج ہے۔ آپ کی تصانیف کف دست پہ طالبہ اقراء اور تصنیف نوائے نقوی پہ طالبہ مہوش نواز نے بی۔ ایس سطح پر گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین ڈیرہ غازی خان میں بہاءالدین زکریا یونیورسٹی کی نگرانی میں تحقیقی کام مکمل کیا ہے اور بی۔ ایس ای سطح پر گورنمنٹ گریجویٹ کالج بلاک نمبر 17 سے سیدہ معظّمہ نقوی کی شعری و نثری خدمات کے عنوان سے تحقیقی مقالہ طالبہ صبا مجید نے غازی یونیورسٹی سے مکمل کیا ہے۔ بی۔ ایس سطح پر آخری بارش کا فنی و فکری جائزہ پر تحقیقی مقالہ گورنمنٹ گریجویٹ کالج برائے خواتین وہاڑی سے طالبہ عشاء حنیف نے بہاءالدین زکریا یونیورسٹی کی نگرانی میں کیا ہے۔ ایم فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالوں میں بھی مختلف یونیورسٹیوں میں تحقیقی مقالوں میں آپ کا کام شامل ہو چکا ہے۔ جن میں سے چند عنوانات یہ ہیں:

1۔ ڈیرہ غازی خان کا نسائی ادب ایم فل مقالہ

2۔ جنوبی پنجاب کے شعراء و شاعرات پی۔ ایچ۔ ڈی مقالہ

3۔ ڈیرہ غازی خان میں غیر افسانوی نثر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ اکیسویں صدی میں

ایم فل مقالہ

4۔ڈیرہ غازی خان کی اردو شعری روایت مقالہ پی۔ایچ۔ڈی

5۔سرائیکی ادب کے نمائندہ شعراء ایم فل سرائیکی مقالہ

معظّمہ نقوی کی آخری بارش:

اللہ رب العزت نے دنیا میں بہت سے لوگوں کو شعر کہنے کی صلاحیت عطا کی ہے۔ ہر دور میں ایسے لوگوں نے ادب کی ترقی اور امیری میں اضافے کی زبردست کوشش کی ہے لیکن اچھا شعر کہنے کا ہنر گنے چنے لوگوں میں ہی نظر آتا ہے۔اسی لیے ادب میں چند شعراء کرام کا ذکر ہوتا ہے اور بڑی گنتی کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔اس کی سب سے بڑی وجہ مطالعہ، ریاضیت، مشاہدہ اور احساس تجربہ اور کچھ سلیقے سے کہہ لینے کی جستجو کا شدید فقدان ہے کیونکہ آج کے دور کا شاعر کچھ غزلیات لکھ کر اپنے آپ کو استاد شعرا میں شمار کرنا شروع کر دیتا ہے۔

معظّمہ نقوی کے تازہ مجموعہ کلام آخری بارش کے بغور مطالعہ سے یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ مذکورہ بالا تمام خصوصیات ان کی شاعری میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ معظّمہ نقوی کی شاعری ایک ایسے شخص کی شاعری ہے جو روایت سے جڑے ہونے کے ساتھ ساتھ عصر حاضر کے جدید تقاضوں اور رومان سے کما حقہ آگاہی رکھتا ہے۔

معظّمہ نقوی کی نثر نگاری:

معظّمہ نقوی صاحبہ جہاں بہترین شاعرہ ہیں، وہیں بہترین نثر نگار بھی ہیں۔ان کی نثر نگاری میں کمال روانی، سنجیدہ کاری، فلسفیانہ پن اور ہمہ گیریت پائی جاتی ہے۔آیئے ان کی نثر میں سے چند ایک پیراگراف کا مطالعہ کرتے ہیں۔

تمام حمد وثناء اس رب اکبر کے نام جو تمام عالمین کا خالق و مالک ہے۔ قلم وقرطاس سے محبت وعقیدت مجھے اپنے اجداد سے ورثہ میں ملی ہے۔ جس گھر سے علم کی خیرات بٹتی ہے اور تکریم جس گھر کی باندی ہے، اپنی اس نسبت سے میں نے اپنی مختصر زندگی میں جو کچھ سیکھا اسے اہل ذوق کی نذر کرنا ہمیشہ اپنا منتہائے مقصود جانا اور اب نوائے نقوی کی صورت میں اپنی کچھ نگارشات اہل سخن کی نذر کر رہی ہوں۔

نوائے نقوی، معظّمہ نقوی:

عبادت ہر مکتب فکر میں اس خاص ہستی کے لیے مختص ہے جو ہر شے پر قادر ہے۔ اسی بزرگ و برتر نے اپنی پہچان کے لیے کائنات میں اپنے برگزیدہ نائب خلق فرمائے جو بعد از خداوند متصال لائق تسبیح درود ہیں جو وجہ تخلیق کائنات ہیں، جن کی خدمت میں رب نے اپنا صحیفہ اتارا۔ نبوت ہو کہ رسالت و امامت تمام نگینے اس نے ایک انگشتری میں جڑ دیئے، جنھوں نے دعوت ذوالعشرہ سے لے کر عصر عاشور تک، شام گریباں سے لے کر قیامت تک، حقانیت کو سر بلند کر کے اپنا سب کچھ لٹا دیا۔ ان پاک ہستیوں کے عشق میں اپنے قرطاس وقلم کو لہو دیتی آنکھوں کے سمندر میں ڈبو کر یہ حقیرانہ عجز بیاں کرنی سعی کر رہی ہوں۔

محترمہ نقوی کی طرف سے تعزیتی خط:

چونکہ نثر نگاری کا میدان بہت وسیع ہے۔ اس لیے اختصار سے کام لیتے ہوئے آئندہ تحاریر میں نقوی صاحبہ کی تحاریر نگارشات کا تجزیہ کر کے اس بات کا تعین کیا جائے گا کہ وہ کس پایہ کی بہترین نثر نگار ہیں۔

معظّمہ نقوی بطور شخصیت نگار:

شخصیت نگاری اردو ادب کی ایک ایسی صنف ہے جو کہ انگریزی ادب سے اردو میں

رائج ہوئی۔ شخصیت نگاری صرف قصیدہ گوئی یا توصیف نگاری کا نام نہیں بلکہ شخصیت نگاری ایک ایسا فن ہے، جس میں کسی شخصیت کے تمام جلی وخفی اوصاف، فکر وفن افکار وکردار، مقام ومرتبہ، علمی وادبی، سیاسی وسماجی حیثیت دینی ومذہبی خدمات اور ملک وملت کی فلاح وبہبود میں کردار جیسے تمام پہلوؤں کا بھرپور انداز میں اجاگر کرتے ہوئے احاطہ تحریر میں لانا ہوتا ہے۔ یہ ایک انتہائی مشکل فن ہے اور خاص طور پر اس کی اہمیت اس وقت دو چند ہو جاتی ہے، جب شخصیت زندہ جاوید ہو کیونکہ میرے خیال میں فوت ہوئے شخص کے بارے میں لکھاری جو چاہے، جس طرح چاہے جو مرضی وہ الفاظ استعمال کرسکتا ہے مگر وہ زندہ شخص کے لیے ایک ایک لفظ کا چناؤ بڑے محتاط انداز میں چن چن کر لکھتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کی تحریر مضحکہ خیز بن جائے یا اس شخصیت سے تال میل ہی نہ کھاتی ہو۔ ایسا کرنے سے دونوں کو رسوائی کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے مگر معظّمہ نقوی صاحبہ کے قلم کا کمال ہے کہ انھوں نے جس شخصیت کے بارے میں لکھا ہے، وہ شخصیت ویسی ہی ثابت ہوئی ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کی تحاریر کی بدولت ساری شخصیات امر ہیں۔

معظّمہ نقوی بطور افسانہ نگار:

کہانی اور انسان کا تعلق بہت پرانا ہے۔ انسان نے جب اجتماعی زندگی کا شعور حاصل کیا تو اس نے اسی وقت کہانی کہنے کا فن ایجاد کیا۔ ابتدائی دور میں جب کوئی انسان قدرتی طاقتوں، جانوروں کا سختیوں سے مقابلہ کر کے کامیابی حاصل کرتا تو اُسے بہت زیادہ خوشی حاصل ہوتی۔ وہ اپنی طاقت، عقل مندی، ہوشیاری پر فخر کرتا اور پھر اس مقابلہ یا واقعہ کو اپنے ساتھیوں کو سنا کر خوشی اور فخر محسوس کرتا۔ اس طرح کہانی نے جنم لیا۔ اس کے ساتھی کہانی میں دلچسپی لیتے اور اس کے تجربات سے علم حاصل کرتے۔ اس کے بعد کہانی سنانا ایک فن بن

گیا۔اس لیے کہانی کا لفظ TELL سے TALE بن گیا۔جس شخص کو زبان و بیان پر عبور حاصل ہوتا وہ کہانی بیان کرتا اور لوگ دلچسپی سے کہانی سنتے ، اس کے بعد کہانی میں تخیل، جذبات اور فرضی واقعات شامل ہو گئے ۔کہانی کار نے اپنی کہانی میں اپنی خواہشات کو بیان کرنا شروع کیا۔ یوں داستان کا جنم ہوا۔جس میں مافوق الفطرت واقعات و کردار اور نا قابل یقین باتوں کا بیان ہوتا تھا۔اس کے بعد سچے واقعات کو رومانوی انداز میں پیش کیا جانے لگا اور یوں ناول کا جنم ہوا۔ناول ایک طویل کہانی ہے اور اسے پڑھنے کے لیے وقت بھی زیادہ درکار ہوتا ہے۔لیکن صنعتی ترقی کی وجہ سے انسان بہت زیادہ مصروف ہو گیا اور مطالعہ کے لیے اس کے پاس وقت کم پڑ گیا۔ وقت کی اسی ضرورت نے افسانے کو جنم دیا، جس کو پڑھنے سے قاری کو جذباتی ،نفسیاتی اور ذہنی خوشی حاصل ہوتی ہے۔

برصغیر میں افسانہ انگریزی ادب سے اردو ادب میں آیا، کہا جاتا ہے، پریم چند نے اردو افسانے کی بنیاد رکھی ۔اس کا پہلا افسانہ دنیا کا سب سے انمول رتن 1907ء میں شائع ہوا۔اس کے افسانوں کا مجموعہ سوز وطن بھی اسی سال شائع ہوا، اس کے ہم عصر سجاد حیدر یلدرم کا افسانوی مجموعہ خیالستان 1910ء میں چھپ کر سامنے آیا۔اس کے بعد ان گنت افسانہ نگار اپنے اپنے دور میں اردو افسانوی ادب کی ترقی میں اپنا حصہ ڈالتے رہے اگر چہ موجودہ دور کے نمایاں افسانہ نگاروں کی بات کی جائے تو اس فہرست میں محترمہ معظّمہ نقوی صاحبہ کا نام نمایاں طور پر سامنے آتا ہے۔اگر چہ آپ کا کوئی افسانوی مجموعہ شائع نہیں ہوا مگر آئے دن کسی نہ کسی ادبی رسالے میں آپ کی کوئی نہ کوئی کہانی شائع ہوتی رہتی ہے۔

مضامین اور مقالات معظّمہ نقوی:

معظّمہ نقوی صاحبہ نے کئی شخصیات کے فکر و فن اور ادبی خدمات کے حوالے سے تحقیقی

اور تجزیاتی مقالات اور مضامین بھی لکھے ہیں۔آپ تنقید برائے تنقید کے برعکس تنقید برائے اصلاح کے حامی و پیامبر ہیں۔ان کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ وہ زمین آسمان کے قلابے ملانے سے اجتناب کرتے ہوئے صرف اصل موضوع کو ہی زیر بحث لاتی ہیں اور صرف حقیقی مقصدیت ہی کو موضوع سخن بناتی ہیں۔جس سے قاری بھول بھلیوں میں بھٹکنے کی بجائے براہ راست اصل موضوع سے مستفید ہوتا ہے۔ان کے کچھ مقالات اور مضامین کا مطالعہ کرتے ہیں تا کہ پتہ چل سکے کہ وہ کس طرح موضوعات کو احاطہ تحریر میں لائی ہیں۔

علامہ اقبال کا نظریہ تعلیم اور مغربی تہذیب پر ان کے افکار:

اس مقالے میں معظّمہ نقوی صاحبہ نے سب سے پہلے علامہ اقبال کے فلسفہ خودی کو قرآنی احکامات کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کی۔اس کے بعد علامہ صاحب کی تعلیم کے بارے میں بتایا اور پھر سیر حاصل بحث خواتین کی تعلم کے موضوع پر کی لکھتی ہیں۔

''عورت کی بدولت خاندان وجود میں آتا ہے، خاندان سے گاؤں اور شہر وجود میں آتے ہیں اور یوں ایک تمدن کی بنیاد پڑتی ہے۔یہ تعلیم فرد واحد کی نہیں بلکہ پورے خاندان کی تعلیم بن جاتی ہے۔

وجود زن سے ہے کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

مکالمات افلاطون نہ لکھ سکی لیکن اس کے شعلے سے ٹوٹا شرار افلاطون عورتوں کی تعلیم کے لحاظ سے اقبال کچھ حدود بھی مقرر کرتے ہیں۔اقبال کے نزدیک عورت کا اصل مقام اس کا گھر شوہر اور بچے ہیں۔وہ ہر ایسے کام کے مخالف ہیں جس سے عورت کے فرائض زوجیت اور امومت متاثر ہوں۔اقبال اس کے حامی ہیں کہ خواتین زیادہ سے زیادہ تعلیم

حاصل کریں لیکن اگر وہ اپنے اصل فرائض سے غافل ہو جائیں تو یہ ان کے اور معاشرے کے لیے اچھا نہ ہوگا ایسی عورتوں کو وہ (نازن) کہتے ہیں۔

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اس علم کو ارباب نظر موت

اقبال مخلوط تعلیم کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتے، وہ نہ صرف خواتین کے لیے ایک یونیورسٹی کے داعی تھے بلکہ وہ لڑکیوں کے لیے علیحدہ نصاب کی ضرورت بھی محسوس کرتے تھے۔ وہ عورتوں کے نام نہاد حقوق اور مادر پدر آزادی کے خلاف تھے۔ اقبال نے اسلامی تعلیمات کی روح کو پانے کی کوشش کی ہے۔''

(نوائے نقوی)

تعلیم میں عشق و عقل کے امتزاج کی اہمیت یوں اجاگر کرتی ہیں:

''اقبال کے پسندیدہ نظام تعلیم میں عشق و عقل کا امتزاج خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ عشق و عقل کے موازنے کے حوالے سے بظاہر یہ لگتا ہے کہ وہ علم کے مقابلے میں عشق کی برتری کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ علم سے مراد اقبال کے لیے وہ علم ہے جس کا دارومدار حواس پر ہو اور عشق سے مراد وہ علم ہے جو شعور میں نہ سما سکے اور اس کا ادرک وجدان کے ذریعے ہو۔ پیام مشرق کی نظم (محاورہ علم و عشق) سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ علم کے دیو کو پا بہ زنجیر کرنے کے لیے عشق کو ضروری خیال کرتے ہیں تاکہ علم کی تار نور میں بدل جائے۔

اقبال کے نزدیک علم بے عشق کے بھی پھل پھول نہیں لا سکتا، وہ طاغوتی بن جاتا ہے لیکن علم اگر مشق کی بانہوں میں بانہیں ڈال کے چل سکے تو یہ لاہوتی ہو جاتی ہے۔''

(نوائے نقوی)

اردو زبان کے حوالے سے نقوی صاحبہ نے چار مقالات تحریر کیے ہیں۔ اپنے پہلے مقالے اردو تنقید کا پس منظر میں پہلے مختلف زبانوں تنقید لفظ کے لیے کون سے کون سے لفظ استعمال ہوتے ہیں۔ اس نکتہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

''کسی بھی فن پارے کا اخلاقیات کے دائرے میں رہ کر علمی وفنی نقطہ نظر سے اس کا موازنہ کرنا جانچنا تنقید کہلاتا ہے۔ تنقید کو انگریزی میں Criticism عربی قواعد کی رو سے صحیح لفظ یا انتقاد ہے۔ فارسی میں تنقید کی اصطلاح رائج نہیں رہی۔ اس میں انتقاد دیکھنے میں آیا ہے لیکن بہت کم جبکہ اردو میں لفظ تنقید رائج ہوا ہے تاہم نیاز فتح پوری اور عابد علی عابد دو ایسے ناقدین ہیں جنھوں نے تنقید کے برعکس انتقاد استعمال کیا ہے۔ تنقید لفظ کے متبادل کے طور پر آل احمد سرور نے پرکھ کا لفظ تجویز کیا ہے۔''

(نوائے نقوی)

اس کے بعد نقوی صاحبہ نے انگریزی فرانسیسی اور اردو کے ممتاز تنقید نگاروں کے نام گنوائے ہیں۔ اس کے بعد عربی فارسی اور مغربی ادب کے اردو ادب پر پڑنے والے اثرات کے بارے میں یوں لکھا ہے:

''عربی مسلمانوں کی دینی زبان ہے لیکن ایک عرصے تک سرکاری زبان بھی رہی ہے۔ برصغیر میں عہد غزنوی میں سرکاری زبان عربی نہیں لیکن وہاں عربی زبان میں ادب تخلیق ہوا ایران اور برصغیر اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔ ایران میں فارسی ادب کا آغاز عربی شاعری کے زیر اثر ہوا، فارسی نثر بھی ایک عرصے تک عربی کے اثر سے آزاد نہ ہوسکی۔ فارسی تنقید کی عمارت عربی کے تنقیدی اصولوں پر استوار ہوئی اردو شاعری کا ارتقا فارسی شاعری کے زیر سایہ ہوا اور اردو کی کلاسیکی شاعری تو فارسی سے اس حد تک متاثر ہے کہ فارسی شاعری

کی پرچھائیں قرار دیا گیا ہے۔''

(نوائے نقوی)

معظّمہ نقوی صاحبہ نے فارسی زبان وادب میں تنقید کے بارے میں سیر حاصل بحث کی ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ فارسی ادب پر خاص کر تنقید کے میدان میں عربی ادب کے اثرات کو کسی طور پر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے بعد نقوی صاحبہ نے یونانی، روسی ادب پر انگریزی تنقید کے اثرات پر بحث کی ہے۔ پھر تنقید دبستانوں کے بارے میں لکھا ہے۔ رومانوی دبستان تنقید کے بارے میں یوں لکھا ہے:

''اردو میں تنقید کے متعدد دبستان ہیں۔ جن میں سے ایک نام رومانی دبستان تنقید ہے۔ رومانوی اپنی کچھ خصوصیات کی بنا پر تنقید کے دیگر دبستانوں سے ممتاز اور منفرد ہے۔ انگریزی میں اس سلسلے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے اور ہمارے ناقدین بھی انھی تحریروں میں سے استفادہ کرتے ہیں۔ رومانیت میں شعرا کا سرچشمہ قوت ابہام سمجھی جاتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ فعال اور قوی تخیل اپنی انفرادی حیثیت میں بذات خود ابہام کی سطح تک جا پہنچا ہے۔ شدت جذبات شاعر کے لیے محرکات کا کام کرتی ہے۔ شاعری کا مقصد حصول ہے۔ ورڈز ورتھ فطرت پرست تھا۔ رومانوی شعرا اور ناقدین نے حسن کی عکاسی پر بھی بہت زور دیا ہے کیونکہ حسن اور اس سے وابستہ احساسات اور تعینات انسان کی روح پر صحت مند اثرات ڈالتی رہتی ہیں۔''

(نوائے نقوی)

خوبصورت انتخاب: کف دست:

کچھ تخلیق کار ایسے بھی ہوتے ہیں جو ہمہ وقت محبت وخلوص کے جذبے سے سرشار

دکھائی دیتے ہیں اور وفا شعاری ان کی شخصیت کے اہم پہلوؤں میں شامل ہوتی ہے اور انھیں تخلیقی سانچہ استوار کرنے کے لیے الفاظ تراشنے کی ہرگز ضرورت نہیں پڑتی بلکہ ان پر تو لفظوں کا نزول ہوتا ہے اور مصرعے خود بخود بنتے چلے جاتے ہیں جذبات واحساسات کا اظہار یہ فطری ہو تو مصرعوں میں نفاست کی چاشنی کانوں میں امرت کا رس گھولتی ہے۔

غزل گوئی کو شاعری میں وہی مقام ومرتبہ اور حیثیت حاصل ہے جو جسم انسانی میں روح کو حاصل ہے، یعنی جس طرح روح کے بغیر جسم بے جان ومردہ ہو جاتا ہے، ویسے ہی غزل کے بغیر شاعری بے وقعت و بے معنی ہو جاتی ہے۔ گویا غزل کو شاعری کی روح کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا اور اس طرح غزل گوئی کا حق بھی ادا ہوگا۔

یوں تو محترمہ معظّمہ نقوی کی شخصیت ادیب، محقق دانشور، تحقیق کار علم وادب کی ہر صنف میں ابھر کر سامنے آتی ہے وہاں ان کی شخصیت بطور تالیف وترتیب (غزل) بھی سامنے آئی ہے۔ اس میدان میں بھی اللہ تعالٰی نے آپ کو کامیابی وکامرانی عطا فرمائی ہے۔ انھوں نے بہت مہارت کے ساتھ میر سے معظّمہ تک ہر موضوع، ہر غزلیات کو ایک کتاب کف دست میں جمع کر کے بہت سارے موضوعات کو ایک جگہ اکٹھا کر دیا ہے۔ ان غزلوں میں روایتی موضوعات کے علاوہ معاشرتی ناہمواریوں کا ذکر بھی ملتا ہے اور دانش وحکمت کی باتیں بھی پڑھنے کو ملتی ہیں۔ فلسفیانہ پن کے ساتھ تلمیحات واستفارات کا استعمال بھی بروقت اور موقع محل کے عین مطابق ہوا ملتا ہے۔ اس کتاب کے بارے میں صدر شعبہ اردو پروفیسر آفتاب حسین سرائی، غازی یونیورسٹی ڈیرہ غازی خان، یوں کہتے ہیں۔

''شعری انتخاب پر مشتمل یہ کاوش اپنی جگہ ایک اہمیت اور پذیرائی کی حامل ہے، اس کے ذریعے معظّمہ نے میر سے اپنے حسن انتخاب کا سلسلہ شروع کیا اور کئی صدیوں کی تلخیص

اس کتاب میں یوں کردی ہے۔ ہر عہد کا نمایاں اور مقبول شاعر اپنے کلام کا گلدستہ لیے ہمارے سامنے موجود ہے۔ شعر کا انتخاب بھی ایک خاصا مرحلہ ہے اور یہ انتخاب ایسا کر دیا جائے کہ ہر خاص و عام کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے تو یہ حسن انتخاب جانا جاتا ہے۔''

(کف دست معظّمہ نقوی)

اس کتاب کی ایک خوبصورتی یہ بھی ہے کہ اس میں غزلوں کے علاوہ نظمیں بھی شامل ہیں۔ پہلے نظموں کی بات کرتے ہیں کیونکہ ان کی تعداد کم ہے۔ نظم دیہات کی شام کی منظر نگاری:

سرخ مئے برسا رہا تھا شام کا رنگین شباب
جھک رہا تھا اور کھیتوں کے کنارے آفتاب
سرنگوں تھی ٹہنیاں شرما رہے تھے سبزہ زار
آ رہی تھیں نیند کی پریاں ہواؤں پر سوار

(کف دست معظّمہ نقوی)

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے اپنی ایک نظم میں پنجابی مسلمان کی حالت میں یوں بیان کی ہے:

تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا
ہو کھیل مریدی کا تو برتا ہے بہت جلد

(کف دست، معظّمہ نقوی)

نظم ''عورت کی حفاظت'' میں مسلمان قوم کی لاپرواہی کی بات کچھ یوں کرتے ہیں:

بے پردہ تعلیم نئی ہو کہ پرانی
نسوانیت زن کا نگہبان ہے فقط مرد
جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا

اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا مرد

(کف دست معظّمہ نقوی)

محسن نقوی انسان کو حقیقت سے آشنا ہونے کا درس یوں دیتے ہیں:

پاگل آنکھوں والی لڑکی
اتنے مہنگے خواب نہ دیکھو تھک جاؤ گی

رومانوی رنگ میں رنگی اس نظم کی یہ چند سطریں:

اگر کبھی میری یاد آئے
تو چاند رات کی نرم دیگر روشنی میں
کسی ستارے کو دیکھ لینا
اگر وہ نخل فلک سے اڑ کر
تمہارے
قدموں میں آ گرے تو
یہ جان لینا وہ میرا دل تھا
اگر نہ آئے مگر یہ ممکن ہی کس
طرح ہے
کہ تم کسی پر نگاہ ڈالو
تو اس کی دیوار جاں نہ ٹوٹے
وہ اپنی ہستی نہ بھول جائے

(کف دست معظّمہ نقوی)

جدائی کی کیفیت کو بیان کرتی اس نظم کا یہ بند:

ہم تم ملے تھے جہاں جہاں

ہیں سا جناں

ہم تم ملے تھے جہاں جہاں

تیری جدائی سہی نہ جائے

آنکھیں یہ روئیں دل بولے ہائے

(کف دست، معظّمہ نقوی)

عرش صدیقی اپنی نظم میں محبوب سے لوٹ آنے کی درخواست یوں کرتے ہیں۔

اسے کہنا ہوائیں سرد ہیں

زندگی کی کہرے دیواروں میں لرزاں ہیں

اسے کہنا شگوفے ٹہنیوں میں سو رہے ہیں

اور ان پر برف کی چادر بچھی ہے

اسے کہنا اگر سورج نہ نکلے گا

تو کیسے برف پگھلے گی

اسے کہنا کہ لوٹ آئے

(کف دست معظّمہ نقوی)

حساس لمحوں کی شاعرہ

یہ کوئی سوا آٹھ سو سال پہلے کی بات ہے، جب سلطان معزالدین (شہاب الدین) محمد غوری افغانستان کے شہر اور اپنے دارالحکومت غزنی میں محفلیں آراستہ کیا کرتا تھا اور مصاحبوں سے ہنر، عقل اور دانش کی باتیں سُنتا تھا۔ اسی طرز کی ایک روایتی محفل سجی ہوئی تھی اور حاضرین اپنی اپنی کارگزاریوں، حاضر جوابیوں اور ابیات وغزلیات سے بادشاہ کو محظوظ کر رہے تھے اور سلطان بھی حسب روایت درباریوں اور غلاموں کو تحفے تحائف، زر و جواہرات اور سونے و چاندی سے مالا مال کر رہا تھا۔ ان میں ایک درباری اور غلام ایسا بھی تھا، جس نے دربار سے باہر نکلتے ہی اپنا سارا انعام اپنے سے کم تر حیثیت کے مالک غلاموں اور کارپردازوں کو بخش دیا۔

جب اس غلام کی سخاوت کا چرچا عام ہوا تو یہ بات ہوتے ہوتے سلطان کے کانوں تک بھی جا پہنچی، سلطان کے دل میں اس دریا دل انسان کے بارے میں مزید جاننے کی خواہش پیدا ہوئی کہ آخر یہ کون سخی ہے؟۔ سلطان کو بتایا گیا کہ یہ کوئی اور نہیں بلکہ آپ کا غلام قطب الدین ایبک ہے۔ قارئین کو یہ بتاتا چلوں کہ ایبک ترکی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے: ''چاند کا آقا یا چاند کا مالک''

غوری سلطنت کے تاریخ دان ابوعثمان منہاج الدین بن سراج الدین نے اپنی

کتاب ''طبقات ناصری'' میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ سلطان محمد غوری کو ایبک کی اس فراخدلی نے بہت متاثر کیا اور اس نے ایبک کو اپنے مقربین میں شامل کر لیا۔ اب اسے تخت گاہ اور ایوان دربار کے اہم کام سونپے جانے لگے۔ یہاں تک کہ وہ سلطنت کا بڑا سردار اور پردازکار بن گیا۔ اس نے اپنی لیاقت سے اس قدر ترقی کی کہ اسے امیر آخور بنا دیا گیا۔ جو کہ ایک بلند تر منصب تھا۔

یہ واقعہ قطب الدین ایبک کی اعلیٰ ظرفی، جود وسخا اور انسان دوستی کی عمدہ مثال ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایبک نے سلطان سے لیا، لوگوں میں بانٹ دیا اور دیا بھی کیا۔؟ فانی دنیا کی فانی چیزیں، اگر چہ وہ موتی اور ہیرے ہی کیوں نہ ہوں؟ ان موتیوں نے بہت بڑا مرتبہ پایا بھی تو فرعون کی داڑھی میں پروئے گئے اور ان کے برعکس علم و دانش کے گوہر ہائے بے بہا ہیں، تابندہ و درخشندہ، آبدار و لازوال اور وہ سخی ہیں جن کے قلم مسلسل یہ موتی اچھال رہے ہیں تا کہ بقدر ظرف جو چاہے لے لے اور اپنا دامن مراد بھر لے۔ ان ہی سخیوں میں شامل ایک ہستی محترمہ معظّمہ نقوی ہیں جو دریائے سندھ کے غربی کنارے پر آباد شہر ڈیرہ غازی خان کی رہائشی ہیں۔ دریائے سندھ کا معنی ہے ایسی ندی جو ہمیشہ بہتی رہے یا پھر بہتی ہوئی ندی۔ معظّمہ کا فنی سفر بھی بہتی ندی کی طرح ہے۔ جاری وساری، رواں دواں۔ دریائے سندھ کے بارے میں نجمہ ثاقب نے خوب کہا ہے:

مہا پربت کی آنکھوں سے بہا ہے
جو آنسو جا کے سندھو میں گرا ہے

مہا پربت کی فیاض چشم نمناک نے سندھو کو آنسو دان کیا لیکن دیکھیں سرائیکی وسیب کی اس شاعرہ کے دیدہ پرنم نے وسیب کو پورا دریا دان کر دیا:

چپ آنکھوں کے تہہ خانوں میں
اشکوں کا اک دریا نکلا

(یادیں.....آخری بارش)

آپ کو معلوم ہے کہ اشکوں کے دریا کبھی کناروں میں نہیں بہتے، نہ ہی وہ نشیب کی طرف بہتے بلکہ نشیب وفراز سبھی ان کے بہاؤ کی زد میں رہتے ہیں۔

معظّمہ کا قلم قرطاس سے رشتہ جوڑتا ہے تو علم کے موتی لٹاتا ہے، ندرت افکار کے جوہر دکھاتا ہے، فکر وفہم کی باتیں سُناتا ہے، علم وحکمت کی راہیں دکھاتا ہے غرضیکہ:

شاعری میں اس سے قائم ہے خم گیسو کی آب
نثر میں اعجاز کے تیور دیکھاتا ہے قلم

معظّمہ نقوی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کا مدین العلم اور باب العلم سے فکر کا رشتہ بھی ہے اور حسب ونسب کا بھی، ان کی تحریروں میں، نگارشات میں اور تخلیقات میں ان رشتوں کا جریان سچے جذبے سے اور پوری طاقت کے ساتھ موجود ہے۔ مؤدت نامہ انھی رشتوں کا بھرپور اظہار ہے۔

انھی رشتوں کی صلابت نے ان کی پرورش عام ڈگر سے ہٹ کر کی۔ آخری بارش کے آغاز میں لکھتی ہیں:

میری فطرت عام لڑکیوں کی طرح کبھی نہ تھی۔ مجھے رنگ برنگے بھڑکیلے کپڑوں کا کبھی جنوں رہا نہ زیورات و دیگر کھلونے جو ہر لڑکی کی کمزوری ہوتے ہیں۔ اگر کبھی میری توجہ کا مرکز بنے یا میری کمزوری سمجھ لیں خوبصورت پین اور ہر سال کی نیو ڈائری ہوتی یا پھر ہر رنگ کا پھول.....(آخری بارش)

معظّمہ کا پین اور ڈائری (یعنی قلم وقرطاس.....جو علم ودانش کی علامتیں ہیں) سے جبلی لگاؤ، دراصل سرکار ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا رَبِّ زِدنی عِلمًا کا فیضان ہے جو ان کے رگ وریشے میں جاری ہے۔اس فیضان کے بارے رقم طراز ہیں:

یوں سوچا کہ مجھے اپنے بزرگوں کی پیروی میں قدم بڑھانا ہے تو میں انھی کے نام سے خود کی پہچان بناؤں کیونکہ میرا فخر میرا وجود اور میری ذات کی شناخت انھی کے دم قدم سے ہے۔رب کائنات نے مجھے اس سوچ میں سرخرو فرمایا اور میری اوقات سے بڑھ کر مجھے نوازا۔

لطیف جذبوں اور حساس لمحوں کی اس شاعرہ کی ندرت خیالی دیکھیں کہ انھوں نے آخری بارش کا انتساب محبت کی پہلی بارش کے نام کیا ہے جبکہ ماں ان کی پہلی محبت ہے اور آخری بارش کے عنوان سے لکھتی ہیں:

منتظر نقوی ہے سانسوں کی سلگتی ریگ پر
آخری بارش کی بوندوں کے برسنے کے لیے
جام امرت خشک ہونٹوں سے لگانے کے لیے
زندگی ترستی ہے میری زندگی کے واسطے

معظّمہ کے ہاں حسرتیں ہوں یا حساس لمحے، وہ نمو پذیر حقیقتوں کی صورت میں سامنے آتے ہیں، جن میں روئیدگی ہے، جمود نہیں ہے، نہ ہی وہ یاس و ناامیدی کی صورت اختیار کرتے ہیں بلکہ انسان کو آگے بڑھنے کے لیے مہمیز کرتے رہتے ہیں۔آخری بارش کا پیش لفظ میں لکھتی ہیں۔

چند بوندیں آخری بارش کے نام

حسرتیں جب ارمانوں کی چادر اوڑھتی ہیں تو دل کے آنگن میں کچھ جذبے پروان

چڑھتے ہیں۔ان حساس لمحوں کی پہلی بارش روح کے صحرا میں اک کنول اگاتی ہے۔پہلی بارش کے مسحور کن احساس سے لپٹا ہوا یہ گل دوسری بارش کے پہلو میں سلگتا ہے اور اپنے لیے سدا آخری بارش کو ترستا ہے۔

پروفیسر محمد ایوب صاحب نے معظّمہ نقوی کی نثری خصوصیات اور شعری محاسن پر تفصیلاً بات کی ہے اور محکم انداز میں بات کی ہے۔میں ان کی فنی معراج کو حافظ شیرازی کے اس شعر کے ذریعے تحسین پیش کرتا ہوں:

غزل گفتی و در سفتی بیا و خوش بخوان حافظؔ
کہ بر نظم تو اثر فشاند فلک عقد ثریارا

اے حافظ! تو نے غزل کہی اور موتی پروئے، اب خوش الحانی سے پڑھ، اس لیے کہ آسمان تیری نظم پر ثریا کے ہار نچھاور کرے گا۔

ڈاکٹر سید مشتاق مہدی
سابق ڈائریکٹر میڈیکل پنجاب
ایمپلائز سوشل سکیورٹی انسٹی ٹیوشن

.....❁.....

قلعہ بند شہزادی کی نوائے نقوی

معظّمہ نقوی کی تحریریں قابل داد بھی ہیں اور قابل فکر بھی وہ اپنی تحریروں میں سماجی موضوعات کو اس طرح سموتی ہیں کہ ان کی ہر سطر قاری کو غور و فکر پر مجبور کر دیتی ہے۔ بنیادی طور پر وہ ایک شائستہ، باوقار اور منکسر المزاج گھریلو خاتون ہیں لیکن ان کی دُنیائے ادب میں بڑی وسعت اور گہرائی ہے۔ الفاظ تیروں کی طرح اور افکار ہیروں کی طرح ہیں۔ میں ان کی قلعہ بند شہزادی کو استعاراتی طور پر اس گھٹن زدہ معاشرے میں نسائی مزاحمت کی بہت عمدہ اور پر کشش مثال سمجھتا ہوں۔ سماج نے عورت کے ساتھ جو سلوک روا رکھا ہے۔ اِس کا ردعمل دو مختلف پیرایوں میں سامنے آتا ہے۔ ایک تو کھلم کھلا بغاوت ہے اور دوئم اپنے احتجاج کو افسانوی آہنگ میں بڑی خوب صورتی اور مؤثر دلیل کے ساتھ پیش کرنا۔ آخر الذکر خوبی ان میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہے اور یہی ایک اچھے لکھاری کی پہچان ہے۔ ان کی ہر تحریر حتی کہ یہ کتاب بھی میں نے غور سے پڑھی ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ادب کی دنیا میں ہر ایسی ادیبہ، شاعرہ یا ادیب، شاعر کو بھرپور پذیرائی ملنی چاہیے۔ جس کی تحریروں میں دل کو اپنی گرفت میں لینے کا ہنر نمایاں نظر آئے۔ کیونکہ محض الفاظ یا بے ربط خیالات کو کاغذ پر

اُنڈیل دینے سے قارئین کبھی متاثر نہیں ہوتے۔تاوقتیکہ ان الفاظ اور افکار میں جان نہ ہو۔ معظّمہ اپنے نام کی طرح اپنی تحریر میں بھی بہت باوقار اور سلجھی ہوئی انسان ہیں۔

اور میری دعا ہے کہ ان کی ہر کتاب، ہر تحریر زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچ کر خراج تحسین حاصل کرے۔

وماعلینا الا البلاغ

پروفیسر اعتبار ساجد

سینئر وزیٹنگ فیکلٹی

(شعبہ اُردو)

جی۔سی یونیورسٹی لاہور

معظّمہ نقوی کی تالیف وتصانیف ایک جائزہ

معظّمہ نقوی معاصر نسل کے قلم کاروں میں بحیثیت ادیبہ، افسانہ نگار، شاعرہ اور محقق اپنی جداگانہ شناخت رکھتی ہیں۔ یہ دنیائے ادب میں سال 2018ء میں متعارف ہوئیں۔ ان کی پہلے کتاب بعنوان کف دست (انتخاب سخن) سال 2019ء میں منصۂ شہود پر آئی۔ اس کے بعد ان کی تالیف وتصانیف کا سلسلہ دراز ہوتا گیا۔ سال، 2021ء میں مودت نامہ (منتخب سلام ومنقبت) اور سال 2023ء میں نوائے نقوی اور پھر آخر میں آخری بارش (آزاد نظموں کا مجموعہ) فہرست تالیف وتصنیف میں اضافے کا باعث بنا۔ ان کا متحرک وفعال قلم ادب کی مختلف اصناف سخن کی سمت اپنی تمام تر خوبیوں ورعنائیوں اور ذوق وشوق کے ساتھ رواں دواں ہے۔ جس محنت اور لگن سے انھوں نے اپنا تخلیقی سفر جاری رکھا ہے۔ وہ قابل تعریف وتوصیف ہے۔ اللہ کرے یہ تسلسل گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ جاری وساری رہے۔ آمین!

ان کے شہ پارے اردو زبان وادب میں بیش بہا اضافہ ہیں۔ جو قدر ومنزلت کی نظر سے دیکھے جاتے رہیں گے۔

مودت کے معنی کسی عظیم شخصیت کی عظمت کے اعتراف کی بناء پر اس سے مخلصانہ اور بے غرض محبت ہے۔ جب یہ خلوص ومحبت کا اظہار تحریری شکل میں ہو تو مودت نامہ کہلاتا ہے۔ اس سے خلوص ومحبت کی عظمت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ جب وہ کسی عظیم ترین ہستی

سے وابستہ ہو جائے۔

بلاشبہ پیغمبرِ اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل پاک سے دل بستگی اور وابستگی جزو ایمان ہے۔ کربلا کا عظیم سانحہ تاریخ اسلام میں ہی نہیں بلکہ تاریخ عالم میں ایک ایسی نا قابل فراموش داستان ہے، جو تا قیامت لکھی اور پڑھی جائے گی۔ اور حق و باطل، ظالم و مظلوم اور قاتل و مقتول کے درمیان فرق کو واضح کرتی رہے گی۔

مجموعہ مودت نامہ سانحہ کربلا کا منظوم اظہار عقیدت ہے جو مستند شعرائے کرام کے سلام و منقبت پر مبنی عقیدت آمیز کلام ہے۔ اس کو معظّمہ نقوی نے بڑے ہی احترام اور عقیدت سے مرتب کیا ہے۔ جس میں اہل بیتؑ سے عقیدت و محبت اور احترام و عقیدت کا حیات افروز پیام ہے۔

اس کا انتساب مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریمؑ سے منسوب کیا گیا ہے۔ اس میں کل (77) شعراء کرام کا منظوم کلام کا نذرانہ عقیدت شامل کیا گیا ہے۔ یقیناً حمد و نعت سلام یا منقبت کا لکھنا یا پڑھنا اور اس کی اشاعت عمل میں لانا، باعث سعادت و برکت اور نعمت ہے۔ موصوفہ نے یہ کار خیر انجام دے کر خود کو اہل عقیدت و محبت سے وابستہ کر لیا ہے۔ اس مجموعے میں شامل کلام کا حسن انتخاب ان کی اعلیٰ بصیرت و بصارت کا عین ثبوت ہونے کے علاوہ کربلائی شعری ادب کی اشاعت کا قابل تحسین کارنامہ ہے۔ مودت نامہ میں شریک منتخبہ کلام میں تمام شعراء نے عقیدت و آگہی کے انداز میں اپنے اشکوں کو لفظوں میں ڈھال کر کربلا کے شہیدوں اور سوگواروں کی محبت میں سلام و منقبت کا نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے شام غریباں کی سختیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ جاں نثاران اسلام نے راہِ خدا میں بحالت تشنہ لبی اپنی جانوں کی قربانی دے کر اپنے خون سے اسلام کو حیات

بخشی۔ نیز سچائی کو سر بلند کر کے انسانیت کو تا قیامت حقانیت کا نا قابل فراموش درس دیتے ہوئے ہر زمانے کے یزیدوں سے مقابلہ آرائی کے لیے ہمت وشجاعت کی لازوال مثال قائم کی ہے۔ مودت نامہ میں شامل شعراء کے ناموں کی ترتیب، حروف تہجی کے لحاظ سے کی گئی ہے، جس سے کسی بھی مطلوبہ شاعر کے کلام سے با آسانی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ اس ترتیبی عمل کو سہل انداز میں پیش کرتے ہوئے معظّمہ نقوی نے اپنی فراست وحکمت سے کام لیا ہے۔ اس کتاب میں موجود ہر شاعر کا کلام اپنی منفرد شناخت رکھتا ہے۔ جس کے مطالعہ کے لیے قاری کو ادب واحترام کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، تب ہی وہ اس سے خاطر خواہ مستفید ہوسکتا ہے۔ معرکہ کربلا حقانیت کی سربلندی اور باطل کی شکست خوردگی کا صریح پیام دیتا ہے۔ مودت نامہ مرتب کر کے معظّمہ نقوی نے کربلائے معلی سے اپنے قلبی لگاؤ اور تعلق خاطر کو ظاہر کیا ہے۔

معظّمہ نقوی ایک اچھی نثر نگار ہی نہیں بلکہ ایک بہترین شاعرہ بھی ہے۔ موصوفہ نثری ادب کے ساتھ شعری ادب پر گہری نگاہ رکھتی ہیں۔ انھوں نے مشاہیر شعراء کرام کا منتخبہ کلام کا مجموعہ کف دست کی صورت میں اہل علم وادب کے لیے پیش کیا ہے۔ جس میں مختلف شعرا کے کلام سے نظمیں اور غزلیں مرتب کر کے باذوق قارئین کو سامان تسکین فراہم کیا ہے۔ اس مجموعے میں شامل کلام دل پذیر ودل نواز اپنی اہمیت وافادیت کا حامل ہے۔ چاہے شعرا کا تعلق عہد رفتہ سے ہو یا عہد رواں سے بجا طور پر قابل داد وتحسین ہے۔ جس کا اظہار مجموعے کے انتساب کے انتخاب سے ہوتا ہے، جس پر میں معظّمہ نقوی کو ہدیہ سلام پیش کرتا ہوں۔ مجموعہ کف دست ایک دیوان کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایسے دور میں جب کہ قاری اردو زبان وادب سے دوری اختیار کر رہا ہے۔ اس کو قریب وراغب کرنے کے لیے انھوں نے کامیاب سعی کی ہے۔ ان کی یہ ادبی کاوش بھرپور پذیرائی کی مستحق ہے۔

تصنیف ''نوائے نقوی'' ادبی، تحقیقی، تنقیدی مضامین وتبصروں اور کالم کا علمی ومعلوماتی مجموعہ ہے جو ادب کے شائقین ومحققین کے لیے خزینہ علم و ادب ہے۔ اس مجموعے کی اشاعت سے معظّمہ نقوی کی ہمہ گیر و پہلودار شخصیت کا وصف نمایاں ہوتا ہے۔ موصوفہ شعری ادب کے ساتھ ساتھ نثری ادب میں ید طولٰی رکھتی ہیں۔ خود کلامی کی کیفیت کے تحت انھوں نے اس مجموعے میں شامل نگارشات پر اپنے مختصر تاثرات ظاہر کیے ہیں۔ انھوں نے اس مجموعے کے مضامین، مختلف اہل علم وقلم کے افکار نظریات اور ان کی شخصیات کا جائزہ لے کر بڑی ہی ادبی خدمات انجام دیں ہیں۔ جس سے ان کی تحقیقی وتنقیدی صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس کتاب کے باب اول میں تحقیقی مضامین، باب دوم ادبی کالمز باب سوم تبصرہ جات کتب، جو کہ مختلف شخصیات اور موضوعات پر معظّمہ نقوی کے مضامین پر مشتمل ہے۔ ان مضامین میں مشاہیروں کی شخصیت، قابلیت اور خدمات کا ذکر تحسین وخوبی کیا گیا ہے۔ موصوفہ کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ آپ وسیع القلب اور کشادہ نظر واقع ہوئی ہیں۔ وہ کوتاہ ذہنی کا شکار دکھائی نہیں دیتیں۔ انھوں نے حتی الامکان کھلے دل کے ساتھ جن شخصیات پر بھی قلم اٹھایا ہے، ان سے پورا پورا انصاف کیا ہے۔ ان کی ہمہ صفت شخصیت اور اعلیٰ ظرفی کا اظہار ہوتا ہے۔ انھوں نے ادب کی خدمات کے لیے خود کو وقف کر رکھا ہے۔ یہی خوبی انھیں بامِ عروج پر پہنچاتی ہے۔

معظّمہ نقوی کی چوتھی کتاب ان کی آزاد نظموں پر مبنی مجموعہ آخری بارش ہے۔ اس سے قبل ان کی تین کتابیں جو مختلف موضوعات پر مشتمل ہیں، سندِ مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ اس شعری مجموعے کا انتساب انھوں نے محبت کی پہلی بارش کے نام سے معنون کیا ہے۔

چاہتوں کے موسم میں محبت کی پہلی بارش کا اندازہ وہی بہتر طور پر لگا سکتا ہے جو ان

محبت پاش لمحات سے گزرا ہو۔ کتاب کا انتساب بھی قاری کو اپنی جانب متوجہ کر کے اس کے اندر خوشگوار احساس پیدا کرتا ہے۔ ابتدائیہ میں شاعرہ نے اپنا تعارف اور توصیفی اسناد، اعزازات کے ساتھ اپنے خاندانی پس منظر سے قاری کو روشناس کروایا ہے۔ کتاب کا پیش لفظ دل کے آنگن میں اُگے ارمانوں، جذبوں اور حسرتوں کے کنول کو پہلی بارش کا پر بہار احساس دلاتا ہے اور دوسری مرتبہ کنول آخری بارش کے لیے تڑپتا اور سُلگتا ہے۔ یہ محسوسات قاری کے فہم وادراک کو ہی نہیں بلکہ اس کی روح کے پاتال کو بھی چھو لیتے ہیں۔

معظّمہ نقوی نے آزاد شاعری (Prose poetry) جیسی شعری صنف کو پروان چڑھایا ہے اور اس میں انھیں خاطر خواہ پذیرائی اور کامیابی بھی حاصل ہوئی ہے۔ یہی سبب ہے کہ انھوں نے جلد ہی آزاد نظم گو شعراء کی صف میں اپنا منفرد مقام بنالیا ہے۔ ان کی نظمیں انسانی اور نسائی جذبوں کی ترجمانی کرتی ہیں۔ مجموعہ آخری بارش میں انھوں نے اپنی نظموں کے بعض عناوین کے لیے انگریزی زبان کا استعمال کیا ہے۔ جو متون کی مناسبت سے معنوی حیثیت کے حامل کے ہیں۔ لفظوں کی بندش، استعارات، ترکیبات اور تشبیہات کو انھوں نے موزونیت و مناسبت سے ضرورت کے تحت ماہرانہ و مشتاقانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ جذباتیت، رومانیت اور حساسیت ان کے کلام کا خاصہ ہے۔ شب، خواب، ہمدم، رفیق، صحرا، رُت، موسم جیسے الفاظ کا ذکر ان کی اکثر نظموں میں ہوا ہے۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ پیار کبھی مرتا نہیں، مرتے ہیں انسان، اس کا اظہار انھوں نے نظم محبت کبھی مرتی نہیں اور اس لمحے ضرور آنا میں کیا ہے۔ جو محبوب سے والہانہ محبت کا اظہار ہے، محبت وراحت، رت و موسم، وصل و ہجر، محبت کی جاودانہ سرد مہری، انتظار کی کسک، عہد و پیماں، پیار کی بے تابی، و ہرجائی، خواب وخواہش، دوری، مجبوری، دکھ و درد، تشنہ لبی و بیخبری، شجر و سایہ، اداسی و بے

قراری، ان کہی باتیں و یادیں، ہجرت و بٹوارہ، ڈھلتی شام، رات کی گنگناہٹ، آرزوئیں و سسکیاں، خواہشوں کی تپش و تلاش اور قرار و انتظار جیسی عبارتوں سے تعلق رکھتی ہیں۔

معظّمہ نقوی نے اپنے اسلوب بیان سے نئے موضوعات اور مفاہیم کو اپنی شاعری میں جگہ دی ہے۔ موضوعات کے تنوع اور معنوی وسعت نے انھیں جُدا گانہ پہچان سے ہم کنار کیا ہے۔ ان کی نظمیں بے مثال و لاجواب ہیں۔ الفرض معظّمہ نقوی نئی دریافت و کیفیات کی حامل شاعرہ ہیں۔ ان کے شعری لفظیات، تخیلات اور نظریات نے ان کی شاعری کو ارتقائی منازل پر پہنچایا ہے۔ اُن کی نظموں میں قاری لفظوں کی گل گشت وادیوں کی سیر کرتا ہوا خود کو پُر کیف و سرور سے سرشار پاتا ہے۔ ان کے دل آویز، نفیس اور نازک موتیوں جیسے الفاظ سے اس کی آنکھیں چکا چوند اور خیرہ ہو جاتی ہیں۔ جو نظروں میں سما کے سر زمین دل پر شبنم آلود کنول کھلا دیتے ہیں۔ ان کے کلام کی گل پوش راہ گزر سے گزرنے کے بعد بھی قاری پر سرشاری اور پختہ رنگینگی کی کیفیت طاری رہتی ہے۔ بہر کیف ان کی نظمیں جذبات و احساسات کی آئینہ دار اور ترجمان ہیں۔

مجھے امید ہے کہ معظّمہ نقوی خود اعتمادی کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھیں گی۔ میں ان کی نثری اور شعری موجودہ خدمات پر انھیں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے دل کی عُمیق گہرائیوں سے مبارک باد کے ساتھ دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت ان کے قلم کو مزید حسن روانی اور جولانی عطا فرمائے۔ آمین!

محمد مجیب احمد

(حیدرآباد۔ انڈیا)

.....❁.....

آزاد نظم کی شاعرہ

آزاد نظم کا میڈیم آج کل اس لیے مرغوب نظر ہے کہ اس میں ردیف قافیے کی پابندی سے بعض اوقات جو اچھا خیال ضائع ہونے کا خدشہ رہتا ہے، اس سے بچنے کی صورت نکل آتی ہے۔ محترمہ معظّمہ نقوی کی آزاد نظموں کے موضوعات اچھوتے ہیں۔ ان کے ہاں جو زبان و بیان استعمال ہوا وہ منفرد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کا کام اپنی جگہ بنانے میں پھرتی کر گیا۔

اوران کی شاعری نے زندہ دلوں میں گھر کر لیا۔

میری دعا ہے کہ محترمہ اس کامیابی کے ساتھ ہمیشہ ادبی سفر جاری رکھیں!

خالد شریف

لاہور

معظّمہ نقوی شخصیت وفن ۔ایک تاثر

ڈاکٹر محمد ایوب جدید نقادوں میں سے نہیں ہیں، جو نام نہاد اہل قلم کی حوصلہ افزائی کر کے ادب پر ظلم کرتے ہیں۔ یہ وہ سچے اور کھرے نقاد ہیں، جو جینوئن قلم کاروں پر اور دیانت داری سے کام کر کے دلی فرحت محسوس کرتے ہیں، ان کی اب تک دو درجن کتب چھپ چکی ہیں جو تحقیقی وتنقیدی ادب کے لیے گراں قدر اضافہ ہیں۔

معظّمہ نقوی شخصیت وفن اُن کی نئی تنقیدی کتاب ہے۔ وہ سرزمین ڈیرہ غازی خان کی معروف شاعرہ ہی نہیں، بلکہ افسانہ نگاری، کالم نگاری، شخصیت نگاری میں اپنی خداداد صلاحیتوں کے خوب جوہر دکھا رہی ہیں۔

ڈاکٹر محمد ایوب نے ان کے شعری مجموعہ ''آخری بارش'' کا تنقیدی اصولوں کی روشنی میں مطالعہ کر کے اطمینان کا سانس لیا ہے کہ ان کی شاعری میں مقصدیت بھی ہے اور حقیقت پسندانہ رویے بھی، مطالعہ، نظریات، مشاہدہ بھی ہے، تو عصری آگہی اور رومانوی احساسات بھی۔ ڈاکٹر ایوب کے بقول کہ: ''معظّمہ نقوی نے ہجر ووصال کے روایتی انداز میں نہیں لیا، وہ پختہ شعور رکھنے والی شاعرہ ہیں، اس لیے ان کے ہاں متنوع مضامین ملتے ہیں۔ اُن کا اسلوب سادہ، رواں ہی نہیں بلکہ انھوں نے منظر نگاری ایسے قرینے سے کی ہے کہ دلوں کے تاروں کو ہلاتی ہے۔ انھوں نے ہر صنف میں طبع آزمائی کی ہے اور باکمال کی ہے۔

ڈاکٹر محمد ایوب کو ان کی نثر نگاری میں بھی بہت سی خوبیاں نظر آئی ہیں۔ اور انھوں نے ان کے لکھے پیرے بھی دیئے ہیں تا کہ قاری بھی ان کی عمدہ نثر سے متاثر ہو۔ ڈاکٹر محمد ایوب نے اس کی شخصیت نگاری پر مختصر مگر جامع انتقادی تجزیہ کیا ہے۔ میرے خیال میں کسی کی شخصیت پر لکھنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ محاسن اور معائب سے ہی شخصیت کا عکس واضح نظر آتا ہے لیکن معظّمہ نقوی نے اپنے نانا سید مشتاق احمد شاہ جعفری اور دادا سید افتاب احمد شاہ کو عقیدت و محبت کے آئینے میں دیکھا ہے۔

قادر الکلام شاعر شفقت کاظمی پر جتنا لکھا جائے وہ کم ہے۔ کیوں کہ ان کی غزل تمام خوبیوں سے نا صرف مزین نظر آتی ہے بلکہ اُن کے سایہ معرفت میں معروف شاعر محسن نقوی کی پرورش لوح و قلم بھی ہوئی تھی۔ معظّمہ نقوی نے مختلف اہل قلم پر جتنے مضامین لکھے ہیں۔ ڈاکٹر محمد ایوب نے نہ صرف ان کے ادبی کام کو سراہا ہے بلکہ نمونہ کے طور پر ان کے پیرے بھی دیئے ہیں۔ معظّمہ نقوی کے مضامین ہوں یا مقالات، وہ فکر انگیز ہی نہیں بلکہ بصیرت افروز بھی ہیں۔ ان میں اقبال کا نظریہ تعلیم ہو کہ فلسفہ خودی یا عورتوں کی تعلیم یا دیگر مضامین۔ مثلاً اُردو تنقید کا پس منظر، اردو تنقید کے متعدد دبستان، جمالیاتی تنقید، نفسیاتی تنقید، ترقی پسند تحریک، اُردو زبان تاریخ کے آئینے میں۔ نثر کے عناصر خمسہ، اردو نثر کا ارتقائی جائزہ اور اُردو غزل کا ارتقا اگر چہ یہ جاندار موضوعات ہیں مگر ان پر قلم اٹھانا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ یعنی ڈاکٹر محمد ایوب نے تنقیدی شعور سے ان کا مطالعہ کر کے معظّمہ نقوی کی فکر کو واضح کیا ہے۔

ڈاکٹر محمد ایوب نے معظّمہ نقوی کی کالم نگاری کو انتقاد کی کسوٹی سے خوب پرکھا ہے۔ اُن کے پہلا کالم میں قرانی تعلیمات اور باب العلم حضرت علی کی دانش کو موضوع بنایا گیا ہے، ان کے دوسرے کالم میں مصنوعی محبت کو ڈاکٹر محمد ایوب نے واضح کہا ہے کہ معظّمہ نقوی

کو دکھ ہے کہ محبت جیسی پاکیزہ چیز کے نام پر جنسی تسکین کے سامان کیے جاتے ہیں جو کہ معاشرتی المیہ ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر محمد ایوب نے واقعہ کربلا کے تناظر میں معظّمہ نقوی کے جذبات واحساسات کو تحسین نگاہوں سے دیکھتا ہوں۔

ڈاکٹر موصوف نے اس کے ایک اور کالم کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ادب تو تخلیق ہو رہا ہے مگر بے مقصد ہے۔ اس لیے کوئی بڑا تخلیق کار پیدا نہیں ہو رہا۔ یہاں پر معظّمہ نقوی سے اختلاف ہے۔ ادب بھی تخلیق ہو اور ڈاکٹر خیال امروہوی، حبیب جالب، ڈاکٹر نثار قرانی، پروفیسر سحر انصاری، حمایت علی شاعر اور کچھ نوجوان شعراء ہیں جو تخلیقی ادب میں نمایاں کام کر رہے ہیں۔

معظّمہ نقوی نے جن جن کتب پر تبصرے کیے ہیں۔ ڈاکٹر عمر ایوب اُن کو بھی زیر بحث لائے ہیں۔ اور یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ معظّمہ نقوی غیر جانبدار ہو کر لکھتی ہیں اور ان کی تحریروں میں غلو کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر محمد ایوب نے معظّمہ نقوی کی افسانہ نگاری کا یہ طائرانہ مطالعہ کر کے واضح کیا ہے کہ اُن کے افسانوں میں دیہاتی زندگی کے مسائل کی۔ تصویر نمایاں نظر آتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے بقول کہ وہ سراپہ نگاری اور جذبات نگاری پر ید طولیٰ رکھتی ہیں۔ ڈاکٹر محمد ایوب آپ نے معظّمہ کے تالیف کے کام کو بھی بیحد سراہا ہے اور سلام و منقبت کے تناظر میں مودت نامہ دے کر زندہ و جاوید کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس کے علاوہ اس کے شعری انتخاب پر مبنی کتاب ''کف دست'' کی اہمیت اجاگر کیا ہے۔ مختصر یہ کہ جس طرح ایک خواص کے سمندر سے موتی نکال آتا ہے، اسی طرح ڈاکٹر محمد ایوب جیسے سچے نقاد نے معظّمہ نقوی کی فکر کے بکھرے موتی یکجا کر کے سب کے سامنے رکھ دیئے ہیں جو کہ معظّمہ نقوی کی خوش بختی ہے۔

جسارت خیالی

.....❁.....

معظّمہ نقوی کے مجموعے ''آخری بارش''
پر ایک اظہاریہ

معظّمہ نقوی کی آزاد اور نثری نظموں کا مجموعہ آخری بارش کے جمالیاتی عنوان سے میرے سامنے آیا ہے تو یکا یک میرے ذہن میں ماضی کی کئی ایسی شاعرات کے نام گونج اٹھے ہیں جو نثری نظموں کے حوالے سے اُردو ادب کی کائنات میں اپنا نمایاں نقش ثبت کر گئی ہیں۔ مثلاً: کشور ناہید، سارا شگفتہ، عذرا عباس، منصورہ احمد، ثمینہ راجا، نجمہ منصور وغیرہ اور میں نے معظّمہ نقوی کی نظموں کا جائزہ اسی تناظر میں لیا کہ آیا انھوں نے اپنی نظموں میں اب فرسودہ ہو چکنے والے موضوعات اور بار بار دہرائی گئی شعری تراکیب دہرائی ہیں یا کچھ نیا بھی کہا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ ان نظموں کے بالاستیعاب تجزیاتی مطالعے کے بعد میرے اندر کے سخت گیر ناقد نے جواب میں یہ ہی کہا کہ ان کی نظموں کا تقابلی جائزہ لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ انھوں نے جو بھی کہا ہے اپنے منفرد انداز میں کہا ہے اور جو موضوعات انھوں نے چنے ہیں، وہ بھی نئے اور اچھوتے ہیں۔ اگر کہیں کسی پرانے موضوع پر کچھ کہا بھی ہے تو اُسے اس کمال سے نئے الفاظ اور استعاروں میں بیان کیا ہے کہ وہ موضوع بھی نیا اور جدید ترین لگنے لگا ہے۔

ایک بات کتاب کے عنوان سے ذہن میں آتی ہے، کہ معروف اور رجحان ساز غزل گو شاعر ناصر کاظمی کی کتاب کا عنوان پہلی بارش تھا، ابھی پچھلے دنوں ایک اور شاعر کی غزلوں کا مجموعہ دوسری بارش کے عنوان سے دیکھا تو محسوس ہوا کہ اب بارش کے لفظ کی گنتی غزلیہ خطے میں ہونے لگی ہے اور دیکھیے یہ بارش سیریز کا سلسلہ کہاں جا کر تھمے مگر معظّمہ نقوی نے ان غزلیہ حملوں کے مقابلے میں اپنی نظموں کے مجموعے کو آخری بارش کا عنوان دے کر جہاں ایک طرف بارشوں کے سلسلے پر اپنے عنوان کی حتمی نوعیت سے صنف غزل اور غزل گو شعراء کی اجارہ داری ختم کر دی، وہیں انھوں نے تخلیقی رجحانات میں آزاد اور نثری نظموں کو مستقبل کی جدید تر اصناف قرار دے کر یہ اعلان کر دیا کہ اب آزاد اور نثری نظموں کی عدم مقبولیت کا دور ختم ہو چکا ہے۔ یہ غنیمت ہے کہ معظّمہ نقوی نے اس تنگ نظری پر مبنی غزل پسندی کے دور کے بعد جنم لیا، جب آزاد نظموں کو کسی حد تک اور نثری نظموں کو یکسر شاعری سمجھا ہی نہیں جاتا تھا بلکہ کئی مکاتب فکر تو انیں نثر لطیف کہتے اور انیں ایک تخلیقی صنف تو تسلیم کرتے تھے مگر شعری صنف نہیں مانتے تھے بلکہ اسے نثر کی نسبت سے عنوان دیتے تھے۔ لیکن نثری نظم کو مکمل رد کرنے والوں نے جب دیکھا کہ صحیح تخلیقی شاعر اور شاعرات اس صنف کو شارٹ کٹ کے طور پر نہیں برت رہے بلکہ مرزا غالب کے الفاظ میں.....

کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیاں کے لیے

کے تحت اس وسعت بیاں کو اس نئی صنف کے جواز کے طور پر پیش کر رہے ہیں تو بالآخر نثری نظم کی شدومد سے مخالفت کرنے والے بھی اس کے جینوئن ہونے لگے اور اس کے امکانات کی وسعت کے معترف ہو گئے۔ اس لحاظ سے معظّمہ نقوی بھی ان نظم گو شعراء وشاعرات کی صف میں نمایاں طور پر کھڑی نظر آتی ہیں جنھیں نثری نظم کو تسلیم شدہ شعری

صنف کے طور پر منوانے کا کریڈٹ جاتا ہے۔ ان کی نظموں میں ایسا سریلا پن اور نغمگی ہے جو سریلے پن اور موسیقیت کے قائل قاری کا دل بھی لبھاتی ہیں اور اسے احساس بھی دلاتی ہیں کہ اصل نغمگی غزل، پابند نظم، آزاد نظم یا نثری شاعری میں نہیں ہوتی، بلکہ اس کا اولیں ماخذ و منبع تخلیق کار کا خیال ہوتا ہے، اب یہ قاری کا ابلاغی مسئلہ جانیے کہ اس نے کچھ عروضی اوزان و بحور میں تو نغمگی اور ردھم دریافت کر لیا مگر ابھی اس کائنات کی بہت سی نغمگی اور ردھم ابھی نہ دریافت ہے اور اس صورت حال کا شکار آزاد نظم اور نثری نظم خاص طور پر ہیں جبکہ آزاد نظم کسی حد تک پابند قافیوں اور برابر کے مصرعوں کی بدولت قاری کی غنائیت اور نغمگی کے ذوق کی گرفت میں آجاتی ہے۔

اس مجموعے میں نثری نظموں کے ساتھ ساتھ کچھ آزاد نظمیں بھی شامل ہیں، جن کی مترنم بحریں دل آویز ہیں اور جن کی دلکشی موضوع کے کھردرے پن اور باغیانہ پن کو ایک نیم شفاف پردے میں چھپا کر سچائی کو اپنے پورے حسن کے ساتھ اجاگر کرنے لگتی ہے۔ ان کی نظم نثری ہو یا آزاد اپنے موضوع کی نوعیت کے لحاظ سے پوری پوری تخلیقی ہنرکاری کے رنگ میں رنگی ہوئی ہوتی ہے۔ ان کی کئی نظمیں پڑھنے سے یہ بھی محسوس ہوا کہ وہ غزل کی صنف میں بھی لکھ سکتی تھیں مگر ترجیحاً آزاد اور نثری نظم لکھی، ان کی کچھ نظموں میں دو دو مصرعے ایسے ہیں، جنیں ایک مکمل شعر کہا جا سکتا ہے۔ مثلاً کچھ نظموں کے یہ دو مصرعی ٹکڑے دیکھیے:

ہستیاں وہ جو کوچ کر جائیں
وہ کبھی لوٹ کر نہیں آتیں

دکھ تو یہ ہے کہ سب ادیبوں پر
ظلم کے تیر پھینکے جاتے ہیں

ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے اور جدید ادبی رجحانات سے آگاہ ہونے کے باعث ان کی نظموں میں کچھ لفظی تراکیب اور انگریزی الفاظ بھی بڑے سلیقے سے استعمال ہوئے ہیں۔ جنھیں پڑھ کر نامانوسیت کا احساس نہیں ہوتا بلکہ ان کی نظموں کے طفیل یہ جدید شعری لغت کے ذخیرے میں شامل ہو جاتے ہیں۔ چند ایسی لفظی تراکیب ملاحظہ ہوں:

لنک ریز، ریگ پرسر، مضراب رگ جاں، پائمال صد ستم صحرائے خواہشات، آب گل رنگ۔ First Anniversary, Midnight, gossi, Nostalgia اسی طرح جیسے انگریزی الفاظ بھی ان نظموں میں برتے جانے کے بعد ہمارے لیے اجنبی نہیں رہے:

ان کی کچھ نظموں کے مختصر اقتباسات سے ان کی موضوعی گرفت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً:

جنگل میں بھی ہریالی آئی ہے
پتا پتا بجا رہا تالی ہے
مگر میرے ساجن میں نے تمہاری یاد میں
اپنی زندگی دکھوں سے سجا لی ہے

(جی ہاں: بسنت)

بھٹکتے جیون کے رہنما ہو
کہ میری ایک بے نتیجہ خواہش کا
تم مکمل ایڈریس ہو ہمدم

(نظم: تم)

جانے کیوں بے خبر ستارے نے
چاند کو پوجنے کا سوچا ہے

اس ستارے کو بتایا میں نے
چاند اس کا نہیں پرایا ہے
(نظم: ایک تارے کے نام)

معظّمہ نقوی کی ان نہایت ہی تخلیقی زرخیزی کی حامل تلخ سچائیاں بیان کرتی، بیباک نظموں میں بھی اُن کے لہجے کی سندرتا اور شائستگی برقرار ہے اور لگتا ہے کہ انہوں نے بڑی بے ساختہ سادگی کے ساتھ یہ نظمیں عہد جدید کی سنگی الواح پر لکھ کر ان کو امر کر دیا ہے۔ ان نظموں میں جذبے اور خیال کی فروانی کے ساتھ ساتھ الفاظ کی ایسی تزئین و آرائش قابل ذکر ہے، جسے آورد کی بجائے آمد کہا جا سکتا ہے۔ اس کی نظموں میں ایسی جاذبیت، موضوع کی فنکارانہ عکاسی اور تخلیقی گہرائی ملتی ہے۔ جس کی مثال ماضی قریب کی کسی نثری نظم کی شاعرہ میں کم از کم میری نظروں سے نہیں گزری۔ چنانچہ میں معظّمہ نقوی کو نثری نظم کی کائنات میں ایسی بھرپور آمد پر ان کا خیر مقدم کرتا ہوں۔

نسیم سحر

ہاتھ سے لکھی ہوئی کتابیں

(الفاظ کا انتخاب)

اُردو شاعری کا سفر صدیوں کو محیط ہے۔ اگر چہ اُردو شاعری کے ابتدائی نمونے مسعود محمد سلیمانی، امیر خسرو دکن کے قدیم شعراء کے ہوتے ہوئے ولی دکنی تک پہنچے۔ ولی دکنی اردو شاعری کا ترقی یافتہ آغاز ہے۔ اس کا دیوان جب جنوبی ہند سے شمالی ہند کو پہنچا تو اُردو شاعری ایک ہی جہت میں کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی۔ پہلی مرتبہ اُردو شاعری میں فارسیت کے ساتھ ساتھ مقامیت کا تاثر بھی پیدا ہوا۔ اس کے بعد میر، غالب، مومن، اقبال اور فیض جیسے شعراء نے اُردو شاعری کو ایک اعتبار بخشا، اُردو شعری تاریخ پر نگاہ دوڑائی جائے تو اس کے ہر دور میں کئی نامور اور عظیم شعراء نے منفرد مقام پایا۔ کون کتنا عظیم تھا اور اس کے شاعری پر کیا اثرات تھے۔ اس کا اندازہ لگا تا کے اُردو شاعری پر کیا اثرات تھے لیکن دیوانے ایسے بھی ہوتے ہیں جو شاعری کے انتخاب ایک کرنے میں پوری فنی چابکدستی سے کام لیتے ہیں۔ ان لوگوں میں معظّمہ نقوی بھی ہے۔ جنھوں نے کف دست کے عنوان سے ایک انتخاب پیش کیا ہے، جس میں تقریباً اُنھوں نے پینسٹھ (65) شعراء کا کلام پیش کیا ہے۔ اس انتخاب کا آغاز میر تقی میر کی ایک غزل جس کا مطلع ہے۔

عشق کو بیچ میں یا رب تو نہ لایا ہوتا

یا تن آدمی میں دل نہ بنایا ہوتا

اس انتخاب کے بارے میں معظّمہ خود کہتی ہیں کہ میر سے معظّمہ تک کا سفر طے کرتے وقت میں نے اس بات کو مدنظر رکھا ہے کہ گلستان ادب سے ایسے ایسے پھول چن کر پیش کروں جو سب کے پسندیدہ ہیں۔ان کی رنگت،ان کی خوشبو سب کو پسند ہے۔

پروفیسر آفتاب حسین سرائی اس انتخاب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''شعری انتخاب پر مشتمل یہ کاوش اپنی جگہ اہمیت اور پذیرائی کی حامل ہے. اس کے ذریعے معظّمہ نے میر سے اپنے انتخاب کا سلسلہ شروع کیا اور کئی صدیوں کی تلخیص یوں کر دی ہے کہ ہر عہد کا نمایاں اور مقبول عام شاعر اپنے کلام کا گلدستہ لیے ہمارے سامنے موجود ہے۔اس انتخاب میں انھوں نے نہ صرف کلاسیک شعراء کو شامل کیا بلکہ علمی اور ادبی مراکز میں رہنے والے شعراء کے ساتھ ساتھ پنجاب کے دور افتادہ شعرا کیا۔اس حوالے سے کفِ دست توجہ طلب انتخاب ہے''۔

پروفیسر ڈاکٹر مزمل حسین

.....❁.....

محترمہ معظّمہ نقوی کی شعری وادبی کاوشیں

محترمہ سیدہ معظّمہ بتول نقوی المعروف معظّمہ نقوی دورِحاضر کی ایک ممتاز و مایہ ناز شاعرہ وادیبہ کے قابلِ رشک اعزاز سے سرفراز ہیں۔ان کا تعلق ڈیرہ غازی خان کی دلآویز ومَردم خیز اور حسین ودلنشین سرزمین سے ہے۔نسبی وخاندانی حوالے سے سادات کے خوش عادات گھرانے سے وابستہ وپیوستہ ہونے کی وجہ سے انھیں ادبی وشعری مجالس ومحافل میں ہمیشہ عزت واحترام کے جلو میں عقیدت مندانہ نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔وہ 2018ء میں ادبی افق پر ایک نازاور نرالے انداز کے ساتھ مانندِ سمن جلوہ فگن ہوئیں اور بہت ہی قلیل مدت میں اللہ رحیم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے پایاں لطف وکرم اور اپنی نادر ونایاب صلاحیتوں کے بل بوتے پر ایک قابلِ رشک جان پہچان بنانے میں کامیابی و کامرانی سے مزیّن وہمکنار ہوئیں۔ان کی کامیابی وکامرانی کا سب سے بڑی دلیل اور ارفع ثبوت یہ ہے کہ وطنِ عزیز پاکستان ذیشان کے بیشتر مشہور ومعروف اور سکہ بند اہل علم و قلم نے اپنے اپنے طرز اور اپنے اپنے اسلوب کے ساتھ انھیں نہایت عمدگی ورخشندگی کے جلو میں دل کھول کر خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔انھوں نے دو معطّر تالیفات اور دو معتبر تصانیف کے ذریعے سے شعری وادبی دنیا کے دامن وآنگن کو مہکانے وسجانے کا اہتمام کیا، جس توانائی ورعنائی کے ساتھ کیا ہے اسے کسی حال میں بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

مودت نامہ ہو یا کہ کفِ دست آخری بارش ہو یا کہ نوائے نقوی ہر کتابِ مستجاب میں ان کے ادیبانہ شعور اور شعری وفور کی حیرت انگیز چمک دمک منفرد اعزاز و انداز کے ساتھ دیکھی جاسکتی ہے۔ جس طرح ان کا لطیف ونظیف قلمی ذوق وشوق ان کی نفاست ولطافت کا عکاس ہے، اسی طرح ان کے حسین و پُر یقین فکر وفن اور ان کے احساسات وتخیلات کی پُر تاب اڑان میں بھی دل بہار لطافتوں ، پُر مہکار نفاستوں اور خوش اطوار نزاکتوں کو بھی ظاہری و باطنی نظر سے واضح طور پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

یہ امر باعثِ مسرّت، وباعثِ حیرت ہے کہ سیدہ معظّمہ نقوی ایک معتبر، پُر اثر اور خوش نظر شاعرہ وادیبہ ہیں۔ میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ ان کی مرتب کردہ ساری معیاری کتب کی طرح ان کی حسنِ طباعت سے آراستہ وپیراستہ تخلیقات کی بادِ بہاری بھی اعتبار ومعیار کے دیدہ زیب سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے۔ جس طرح ان کا تخیل جاندار ہے، اسی طرح ان کا راہوارِ قلم بھی شاندار ہے۔ قارئین کرام یہ سکینت وطمانیت کی بات ہے کہ وہ دشوار گزار ادبی وشعری رستوں کا سامنا کرنے کے باوجود اپنا قلمی وشعری سفر روز وشب حوصلے اور عجب ولولے کی پُر مہکار بہار میں جاری وساری رکھ کر اپنی منزل حقیقی کی جانب تازہ عزم اور محنت شاقہ کے ساتھ رواں دواں ہیں۔ میں وسیع وعریض شعری وادبی عالی شان میدان میں قابلِ توصیف ولائقِ تعریف ہمتوں اور سدا بہار جذبوں سے جڑی ان کی زیست کے پل پل کو دل کی دھڑکنوں کی گہرائیوں سے خراجِ تحسین وآفرین پیش کرتا ہوں۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ کریم اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ والا صفات کے طفیل ان کے کلکِ تابدار کی بااعتبار رعنائی کو اپنی بے مثل رحمتوں کی دل بہار توانائی سے سجائے ومہکائے رکھے آمین!

ڈاکٹر مشرف حسین انجم (سرگودھا)

آخری بارش کا تنقیدی جائزہ

معظّمہ نقوی کا پہلا شعری مجموعہ تخیل کے آسمان سے اترنے والی بارش کا پہلا قطرہ ہے جو اپنے اندر سوز و ساز زندگی بھی رکھتا ہے اور شاعرہ کی ریاضت مشاہدات اور تجربات کی عکاسی بھی کرتا ہے۔ وہ ماضی، حال اور مستقبل کے لیے موج نور کا کام کرتا ہے۔ وہ بارش کے اس پہلے قطرے سے اس آخری بارش کی متمنی ہے جو علم و معرفت سے بنجر زمین کو جل تھل کر دے۔ ذرے ذرے سے مسرت و شادمانی کی شعاعیں ماحول کو منور کریں اور گردش وقت کے محراب سے امن و آشتی کے نغمے بلند ہوں۔ اور پھر آسمان پر قوس قزح سے نکلنے والی رنگ و نور کی شعاعیں دنیا کی تاریکیوں کو مٹا دیں۔ ایک نئی زندگی جنم لے جس میں علم و آگہی کے چراغ روشن ہوں۔ اور معرفت کے چشمے دل اور ذہن کو سیراب کریں اور انسانیت کو معراج نصیب ہو۔

کبھی ایسے محسوس ہوتا ہے کہ اس کی شاعری اس کے عالم ارواح سے عالم وجود کے سفر کی پہلی منزل ہے، جس میں سفر کی صعوبتیں بھی ہیں اور آسائشیں بھی۔ جن میں ہجر بھی ہے اور وصال بھی دل بے مہر میں چبھتے ہوئے خوابوں کے سراب بھی ہیں اور اشکوں کے سمندر بھی۔ غم زندگی کے نوحے اور ہچکیاں بھی ہیں تو گل و بلبل کے گیت بھی۔ اس نے ان سب کو اکٹھا کر کے آخری بارش میں سمو دیا ہے۔ لیکن کوئی چیز آخری نہیں ہوتی جہاں اخیر

ہوتی ہے، وہاں سے آغاز ہوتا ہے، نئی زندگی کا، نئی امنگوں کا، خواہشوں کا، بحر بیکراں اضطراب وجنوں کی کیفیت پیدا کرتے ہوئے اسے آگے قدم بڑھانے کا عزم دیتا ہے۔

معظّمہ کی شاعری میں ہجر کا ذکر ہے تو وصال کا بھی۔ وہ عمیق نظری سے انسانی رویوں اور نفسیات کے دیگر پہلوؤں پر بھی گل فشانی کرتی ہے۔ اس کے ہجر میں یاسیت اور قنوطیت نہیں بلکہ رجائیت ہے، امید اور حوصلہ ہے۔ اندھیری رات کے پس منظر میں اسے آفتاب کی کرنیں نظر آتی ہیں جو اس کے حوصلوں کو ٹوٹنے نہیں دیتیں بلکہ توانا رکھتی ہیں۔ اسے یقین ہے کہ وصل کا لمحہ انمول اپنی تمام تر جولانیوں کے ساتھ مثل آفتاب و ماہتاب ماحول کو روشن کرے گا، یہی سوچ شاعرہ کے تخیل کی پرواز کو بلند رکھتی ہے۔ ان کی شاعری زمان و مکان کی پابندیوں سے آزاد ہو کر سوچ کو وسعت، خوابوں کو تعبیر اور امکان کو یقین میں بدل دیتی ہے۔ دراصل ہر شخص ہجر اور جدائی سے گزرتا ہے۔ کبھی وہ اپنی ذات کے اسرار و رموز سے لاعلمی کی بناء پر ان سے جدا ہوتا ہے اور کبھی اپنی ذات کو تلاش کرتا ہے۔ وہ اپنے مقاصد سے دوری کی بناء پر حالتِ جدائی میں ہوتا ہے۔ جن کے وصال کے لیے وہ تگ و دو کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی شاعری محبت، انتظار اور خیالات کو جذب کرنے کا ایک خوبصورت ذریعہ ہے۔ جو ہمیں یقین دلاتا ہے کہ ہجر میں بہائے گئے آنسوؤں کو شرف قبولیت عطا ہوتا ہے۔ وہ اپنی نظم میں امید کی شمع اس طرح روشن کرتی ہیں۔

مجھ کو یہ معلوم ہے ساجن
تو آکاش کا ماہ کامل
میں اک مدھم مدھم تارا
ٹوٹ کے اترا جو دھرتی پر

پھر بھی تیرے پاس آنے کی
اک امید ہے میرے دل میں

وہ اپنے رویوں میں مخلص ہے۔ تعلقات کے دو موسموں پر یقین رکھتی ہے۔ ایک انتہائی التفات کا اور دوسرا انتہائی اختلافات کا۔ اس کے پاس کوئی درمیانی راستہ نہیں، جسے مصلحت یا منافقت کا راستہ کہتے ہیں۔ اس کا رویہ فیصلہ کن ہے جب وہ اپنی نظم عہد وفا میں کہتی ہے کہ:

میرے پریم کے دو موسم ہیں

اس کی نظمیں روائتی آہنگ سے مطابقت رکھتے ہوئے، جدت سے بھر پور ہیں۔ نئی تراکیب، نئے استعارے اور الفاظ پر گرفت اس کی اردو زبان پر دسترس کی عکاسی کرتی ہیں۔

انمول چاہتوں کی مالا، خواب کی جھولی، اندھے رتجگے، مضراب رگ جاں، پائمال صد ستم، بھاگن، اندھی جدائی جیسے الفاظ اور تراکیب کا استعمال اس کے ذخیرہ الفاظ کی وسعت کا پتہ دیتا ہے اور شاعری میں جس ہنرمندی سے ان کو شامل کیا ہے، آپ کے فن شاعری پر دلالت کرتا ہے۔ یقیناً معظّمہ داد و تحسین کی مستحق ہیں قابل داد ہیں۔

پائمال صد ستم ہوں میں برنگ عندلیب

شام کا شرمیلا آنچل، عنابی رنگت، تن کی اجلی دھات اور خلوتوں کے ہمراز جیسے الفاظ نگینوں کی طرح شاعری میں جڑے ہیں۔ بقول آتش:

بندش الفاظ جڑنے سے نگوں کے کم نہیں
شاعری بھی کام ہے آتش مرصع ساز کا

نظم آخری بارش، تخیل، الفاظ اور انداز بیان کے لحاظ سے آپ کے فن کی عکاسی کرتی

ہے وہ کہتی ہیں کہ:

شمع اک صورت کی جلتی ہے نگہ میں ہر گھڑی
برق بن کر تن پہ آ گرتی ہے میرے بار بار
من کو تڑپاتی ہے اک زخمی پرندے کی طرح
روح پگھلاتی ہے میری دھیمی دھیمی آنچ سے
چھیڑی مضراب رگ جاں ماتمی انداز سے
قطرہ قطرہ تب اسی ابر کرم کا رات بھر
دامن دل کو جلاتا ہے یہ خرمن کی طرح
پائمال صد ستم ہوں میں برنگ عندلیب
آج تک بیٹھی تڑپتی حسرتوں کی سیج پر
منتظر نقوی ہے سانسوں کی سلگتی ریگ پر
آخری بارش کی بوندوں کے برسنے کے لیے
جام امرت خشک ہونٹوں سے لگانے کے لیے
زندگی ترسی ہے میری زندگی کے واسطے

اس نے کہیں کہیں انگریزی کے الفاظ بھی شامل کرنے کا تجربہ کیا ہے جو نظم کے تسلسل اور معانی کی روح کو مزید خوبصورت بنا دیتا ہے اور قاری کی سوچ کو وسعت عطا کرتا ہے۔ اگر یہ تجربہ مقبولیت حاصل کر گیا تو بعید نہیں کہ رائج ہو جائے اور جو رائج ہو جائے وہ رواج بن جاتا ہے اور جو رواج بن جائے تو شاید کبھی اردو ادب میں اس کو تسلیم کر لیا جائے، تاہم یہ کاوش بھی قابل داد ہے۔

اس کی شاعری میں تشنگی، نامکمل پن کا احساس، ہجر کا کرب، وصل کی لذت، وابستگی اظہار، محبت، حسرتیں، درد اور احساس، معاشرے اور معاشرے کے مسائل کی عکاسی کرتی ہیں۔ اسی طرح وہ نہ صرف نسوانی جذبات کی ترجمان ہے بلکہ محرومی میں ڈوبے ہوئے معاشرے کے ہر فرد کی ترجمان ہیں۔ ایک عورت ہونے کی حیثیت سے اس نے معاشرے کے مظالم، خونی رسم ورواج، خاندانوں کی نام نہاد برتری کی بھینٹ چڑھنے والی لڑکیوں کے دکھ کو محسوس کرتے ہوئے ایک معصوم کلی کے جذبات کی عکاسی اور بے بسی کی ترجمانی پراثر انداز میں کرتی ہے۔ اس کی نظم کہاں کھو گئی ایک معصوم کلی کی بے بسی کی ترجمانی کرتی ہے۔ جس میں سنہری سپنے سجانے والی بالآخر اپنے چندا کو ڈھونڈتی ہے۔

سنا ہے جی جی کے مر رہی ہے

اس کی شاعری میں تشبیہات واستعارات اپنی تمام تر خوبصورتی کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ اگرچہ اس نے آزاد نظم کو ذریعہ خیال بنایا ہے، تاہم شعریت اور نغمگی برقرار ہے۔ اسلوب کی ندرت نے اس کے پاکیزہ خیالات کو زندگی عطا کی ہے۔ ڈوبتے سورج اور چاندنی راتوں کے ساتھ اماوس بھی ہے جو اس کے جمالیاتی حس کی عکاسی کرتی ہیں۔ تصویر کشی اور منظر کشی بھی اپنی مثال آپ ہے، جب وہ کہتی ہیں:

دن کی گہری سی دید کو چھونے
ایک سرخی سی اتر آئی ہے
گویا نیلے گگن کی جھولی میں نرمئی آفتاب سمٹی ہے
ہجر کی برف برف دھرتی پر
سرخ کرنوں کا رقص جاری ہے

ڈھل گیا دن تو نرم گیں لے پر
شب کے آنگن میں نور لہرایا
اور پھر اپنی پلکیں جھپکائیں
چاند نے رات کی سیاہی میں
عمر جو جاگ کر بتائی ہے
اس کی تھوڑی سی سمجھ آئی ہے

اردو شاعری میں آزاد نظم کا سفر جو محمد اسماعیل میرٹھی سے شروع ہوا اور تصدق حسین خالد، ن م راشد اور میرا جی نے اس صنف شاعری میں نام پیدا کیا اور یہ سلسلہ جاری ہے، معظّمہ نقوی قلم کے اسی قافلے میں شامل ہیں۔

میں آخر میں اتنا کہوں گا کہ انھوں نے تخیلات کے دریا کو حسن بیاں کے کوزے میں بند کیا ہے۔

درخواست گزار
شفیق مراد
چیف ایگزیکٹو: شریف اکیڈمی جرمنی
25 دسمبر 2023ء

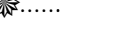

مجموعہ انتخاب مودت نامہ

منصور ملتانی نے کیا خوب کہا ہے کہ:

جس کو ہوا جہان میں ذکر نبیؐ نصیب
لاریب اُس بشر کو ہوئی آگہی نصیب

صد قابل احترام سیدہ معظّمہ نقوی کا انتخاب مودت نامہ میری نظروں کے سامنے ہے۔ ایک اُمتی ہونے کے ناتے میری کیا جرات کہ میں سید زادی کے بارے بات کروں مگر انھوں نے کارنامہ ہی ایسا انجام دیا ہے کہ اس میں رائے نہ دی جائے تو منافقت ہوگی۔ سوچتا ہوں کہ موصوفہ کے بارے بات کہاں سے شروع کروں کیونکہ موصوفہ کا تعلق خانوادہ سادات سے ہے۔ اور آپ خالق نہج البلاغہ اور باب مدین العلم کی وارثہ ہیں۔ تو اس آب جوئے علم کی کیا بساط کے بحور علم کی موجوں سے ٹکرائے مگر خریداران حضرت یوسف میں بے استطاعت بڑھیا کی طرح اپنا گمنام سا نام رقم کرنے کی سعی لاحاصل کرنے کی سعی حاصل کر رہا ہوں۔

راقم الحروف کے ادراک کے مطابق اس انتخاب مودت نامہ عنوان اللہ کی لاریب و بے عیب کتاب کی سورہ شوری کی آیت نمبر 23 سے لیا گیا ہے جس کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے۔

ترجمہ: نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ تم میرے قرابت داروں سے مودت کرو۔

اور معظّمہ نقوی نے مودت نامہ کی شکل میں مودت کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہاں اُن کے شوہر سید مہدی حسن نقوی کو نہ سراہا جائے تو بد دیانتی ہوگی کہ جنھوں نے مودت کا حق ادا کرنا واجب سمجھتے ہوئے اس رفیقہ حیات معظّمہ نقوی کا بھرپور طریقہ سے ساتھ دیا ہے۔اور کشادہ دلی سے موصوفہ کو یہ کارِ خیر انجام دینے کی اجازت دی کیونکہ ایک سید ہونے کے ناتے اُن پر یہ بات بخوبی عیاں ہے کہ اُن اہلیہ کی قربانی سادات کو اجاگر کر کے بنت زہرا کی سنت ادا کر رہی ہے۔

انتخاب کے بارے اگر سوچا جائے تو کائنات کی اساس کا نام انتخاب ہے۔حدیث قدسی میں ہے:

ترجمہ:''اے میرے حبیب اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو کائنات کی کوئی شے پیدا نہ کرتا۔''

تو ظاہر ہے وجہ تخلیق کائنات، بنیاد کائنات اور پہلا اللہ کا انتخاب ذات سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔قرآن کے چھٹے سپارے رکوع نمبر 14 میں ارشاد رب العزت ہے۔

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جو پروردگار ہے عالمین کی۔

قرآن مجید کے پارہ نمبر 17 رکوع نمبر 17 سورہ انبیاء آیت نمبر 107 میں فرمان الٰہی ہے:

ترجمہ:نہیں بھیجا تم کو مگر رحمت العالمین بنا کر۔

تو عالمین کی رحمتوں کا انتخاب حضور ہوئے۔حدیث قدسی ہے، اول ما خلق اللہ نوری کہ:

''اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو خلق فرمایا۔''

تو اللہ کا سب سے پہلا انتخاب نور حضور ہوئے تو معلوم ہوا کہ اچھا انتخاب سنت الٰہی ہے، اگر کوئی معترض یہ ہے کہ سنت نبی کی ہوا کرتی ہے تو قرآن حکیم کا پارہ 22 رکوع 5 میں ارشاد رب العزت ہے کہ:

''تو ہرگز نہ پائے گا تو سنت الٰہی میں تبدیلی''۔

تو گویا جو کام معظّمہ نقوی نے سرانجام دیا ہے۔ یہ معمولی کام نہیں ہے۔ کتاب اسرار المعرفت صفحہ نمبر 130 پر حدیث قدسی ہے:

ترجمہ: ''کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو اے محمدؐ میں نے مجھے خلق کیا''۔

یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے جو ہستیاں معرفت الٰہی کا ذریعہ ہوں، اُن سے مودت رکھنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں بلکہ یہ کام وہی لوگ کر سکتے ہیں جو صاحب عرفان ہوں اور ان پر خالق کون و مکاں کا خصوصی کرم ہو۔ اور یہ ایسے بہادر لوگ ہوتے جو بقول حسن عسکری کاظمی بیبا نگ دہل کہتے ہیں۔

سر بکف نکلیں گے شیر کی تقلید میں ہم
حرف حق کہنا پڑا جب بھی سر دار کبھی

ذکر کربلہ آخر مودت کا ذریعہ کیوں ہے؟ حسن عسکری کاظمی نے کیا خوب کہا ہے۔

ہر ایک غم کا مداوا ہے ذکر کرب و بلا
اس ایک درس میں کیا کچھ ہے زندگی کے لیے

سیدہ معظّمہ نقوی نے مودت نامہ کی صورت میں اجر رسالت ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ موصوفہ کا یہ مودت نامہ اُن کے بے پائیاں جذبہ عقیدت و مودت کا غماز ہے۔ اگر اُن

کی ہمت کو دیکھ کر یہ کہہ دوں تو بے جا نہ ہوگا کہ:

اس لیے ثاقب معظّمہ صاحب توقیر ہیں
سیرت بنت علی کی جاگتی تصویر ہیں

اس میں کوئی شک نہیں ہم ایک پر آشوب دور سے گزر رہے ہیں۔ اگر میں یہ کہوں تو بلکل بجا ہوگا کہ:

فعل من ناصر ینصرنا کی گونجیں ہیں
نیزے پہ قرآن شکل جاری ہے

سیدہ معظّمہ نقوی کے افسانے، کالم اور شاعری پڑھ کر قاری بطریق احسن اس نتیجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ نقوی صاحبہ باکردار، باعصمت اور باتوامل خاتون ہیں اور ان کا کربلا سے لگاؤ شفاف آئینہ کی طرح بتاتا ہے کہ نقوی صاحبہ کا خمیر کربلا کی شیر دل خواتین سے جڑا ہوا ہے، ان پر منور جمیل کا یہ شعر سو فیصد صادق آتا ہے کہ:

اگر کچے گھڑے پر حوصلے کا ہاتھ پڑ جائے
تو دریا کو بھی مٹی کی کہانی یاد رہتی ہے

جو جذبہ صادق معظّمہ نقوی صاحبہ کے دل و دماغ میں موجزن ہے، ایسا جذبہ صاحبان فکر و فن سے داد تحسین کا طالب نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ تو اُن ہستیوں سے شرف قبولیت کا متمنی ہوتا ہے جنھوں نے اپنی مدح میں ایک شعر کہنے والے کو جنت میں گھر کی نوید دی۔

نقوی صاحبہ کا انتخاب مودت نامہ میں جن شعراء کو شامل کیا گیا ہے اُن کی صرف کربلائی شاعری لی گئی ہے اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہی اسلامی شاعری عظمت و توقیر کا سبب بنتی ہے اور گلستان سخن کے ان پھولوں کو دامن قرطاس پر سجاتی ہے، جن

کی خوشبو سے مشام جاں منور ہو جاتا ہے۔عقیدت میں مودت کی گھلاوٹ روح سخن کی پیکر حسن اور پیکر شعر کی خلعت فاخرہ عطا کرتی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامیان عالم کی تاریخ میں حسین عزم واستقلال کا اور حق وصداقت کا عدیم المثال حوالہ اور ظلم وستم کے خلاف سینہ سپر ہونے کا روشن استعارہ ہیں۔کیونکہ حسین ہی نے اسلامیان عالم کو فکری اور انقلابی تحریک عطا کی ہے۔اور یہ بات لاریب فی ہے کہ بنت رسول کے لخت جگر کی قربانیوں سے ہی لا الہ کو بقا ملی ہے۔اس لیے خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے بے ساختہ کہا کہ:

شاہ است حسین، بادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین
سرداد نہ داد در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

یزید نے دامن شریعت کو تار تار کیا۔اسلامی اصولوں کو داغدار کیا، یزید نے انسانیت کی دھجیاں اڑائیں مگر جگر گوشہ رسول ثقلین نے باطل چہروں کو بے نقاب کیا، کیوں حسین تو شرعی اصولوں کا ناقابل تسخیر قلعہ ہیں۔اُن کی غیر فانی قربانیوں نے اقوام عالم کو ورطہ حیرت میں گم کیا ہے۔اُن کے روح فرسا واقعات سے دنیا گرفتہ آہ وبکا ہوئی ہے۔سورج گہن زدہ ہوا ہے اور آسمان سے باران خون ہوئی ہے۔مگر کیا کہنے حسین کے، حسین اُسے کہتے ہیں جو سیلاب کفر کو بہا کر لے جائے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ زمانہ گردش ایام کی ٹھوکروں میں پروان چڑھتا ہے مگر گردش دوراں امام حسین کی قدم بوسی کر کے اور حسین کے قدموں کی ٹھوکروں میں رہ کر فخر محسوس کرتی ہے۔زمانہ تاریخ کا محتاج ہے مگر تاریخ حسین کی محتاج ہے،

دیکھیں اطاعت لغت میں جو کچھ مفہوم رکھتی ہو، اس کا سب سے اعلیٰ ترین مظاہرہ کربلا میں ہوا ہے۔ شاعر کیا خوب کہا ہے،

نا آشنا طرز عمل ہے کربلا
اب کہاں اعلان حق یوں برملا ہونے لگا

یا یہ بات اگر یوں کہوں تو اس کی صداقت کا شاعر نے کیا نقشہ کھینچا ہے۔

حسینیت کا حوالہ اگر نہ دے پائیں
ہمارے عہد کا انسان گمراہی میں ہے

خدا کے یہاں وفاداری اور عزت کا پیمانہ محمد و آل محمد ہیں مگر وفاداری اطاعت کی محتاج ہے۔ اور اطاعت معرفت پر مبنی ہے۔ معرفت علم پر مبنی ہے اور علم باب العلم کے دروازے پر ہے۔ درباروں میں نہیں ہے۔ اطاعت کرنے کے لیے ضروری ہے کہ علم کا در میسر آجائے۔ اس وقت تک کسی مسلمان کی نجات نہیں ہوسکتی، جب تک اپنے آپ کو محمد و آل محمد کی اطاعت میں غرق نہ کردے۔ اور اطاعت بھی ایسی ہو جس کی تائید قرآن کرے اور اس پر معصومین کی مہر بھی ثبت ہو، جیسے قرآن مجید کی سورہ شعرا کی آیت نمبر: 44 میں ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: ''اے رسولؐ سب سے پہلے رشتہ داروں کو دعوت ایمان دو''۔

اس پر رسول خداؐ نے حضرت ابو طالب کی اجازت سے اپنے محسن چاچا کے گھر پر تمام اقرابیتن کی دعوت کی۔ آخر میں جب رسولؐ نے اعلان رسالت فرمایا تو سب لوگ مخالف ہو گئے مگر حضرت علی ہے نے بچپنے میں کھڑے ہو کر فرمایا:

''یا رسول اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ واحدہ لاشریک ہے اور آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ میں آپ کی اطاعت کروں گا اور نصرت بھی کروں گا''

یہ عام آدمی کا اعلان نہ تھا، اس علی کا اعلان تھا، جس کے بارے رسولؐ نے فرمایا ہے کہ میرا اور علی کا ایک نور ہے۔ اس اعلان نصرت میں مدت کا تعین نہیں تھا۔ اس لیے تا قیامت نصرت رسالت اور نصرت السلام منجانب حضرت علی ہوتی رہے گی۔ فرق صرف اتنا ہوگا کہ چہرے بدلتے رہیں گے مگر کردار ایک رہے گا۔ علی سے لے کر مہدی آخر الزمان تک اور حضرت زہرا سے لے کر آخری سیدزادی تک۔ علی تو دور حاضر ہیں۔ سیدہ معظّمہ نقوی نے بھی یہ سنت ادا کرتے ہوئے خطیب نوک سناں اور اُن کی اولاد اور آپ کے اعوان و انصار کے کرداروں اور نصرت تاجدار بیت امام حسین کا حق ادا کیا ہے۔ کیونکہ موصوفہ کے اس مجموعہ انتخاب میں شامل تمام شعرائے کرام نے اشعار کے آئینہ میں حسین اور حسینیت کے ایسے خوبصورت مرقع سجائے ہیں جوان کے سچے جذبات کی رنگ آمیزی اور فکر و نور کی دلکش مصوری سے لکھنے والوں کو مسحور کر دیتے ہیں۔ بانی شعرائے کرام کا کمال یہ ہے کہ وہ کبھی جذبات کی حدت سے برانگیختہ نہیں ہوئے، لمحوں میں نوک قلم سے یزیدیت کے دامن داغدار کو تار تار کیا ہے اور کبھی احساس عظمت حسین کی گہرائیوں میں ڈوب کر مدح اور منقبت کے ایسے گوہر آبدار نکال کر لائے ہیں، جن کی تابندگی ذہنوں کو حق سے روشناس کراتی ہے۔ اس انتخاب میں جتنے شعرائے کرام شامل ہیں، ہر شاعر اپنی جگہ امتیازی اہمیت کا حامل ہے۔ اگر تمام شعرائے کرام کے کلام کو زیر بحث لایا جائے تو کاغذوں کے کئی دفتر درکار ہوں گے۔ اس لیے چند شعراء کی بات کروں گا، جن میں میر ببر علی انیس کے خیالات میں خاک کربلا کا حصہ بنتے ہیں تو یوں محسوس کرتے ہیں کہ:

غبار راہ کربلا ہوگی
میری خاک بھی کیمیا ہوگئی

اس طرح آغا شاعر دہلوی امام کی مظلومیت کو یوں ظاہر کرتے ہیں کہ:

تکتے ہیں آسمان و زمیں کو کھڑے ہوئے
ایک خون بے گناہ کا چُلّو لیے ہوئے

اور حسین کو حق کا استعارہ کہتے ہوئے اقبال ساجد نے کیا خوب کہا ہے۔

جو تو نے خون سے لکھی حسین وہ تحریک
کتاب حق و صداقت کا اقتباس ہوئی

حفیظ نائب نے دستور زندگی اور امام حسین کے کردار کی یوں تصویر کشی کی ہے۔

مجھے امام نے سمجھائے ہیں نکات حیات
سواد کفر ہیں جینا حرام جانتا ہوں

اور شفقت کاظمی نے تو وہ بات کی ہے جو بے عدیل ہے۔

کمی حسین کی اب بھی ہے کاظمی ورنہ
یزید آج بھی دنیا ہیں پائے جاتے ہیں

اور عاصم پیرزادہ نے تو حسین شناسی کو شفاعت رسول کا سبب قرار دیتے ہوئے کہا۔

اُس کو نصیب ہو گی شفاعت حضور کی
دنیا میں جس نے مرتبہ جانا حسین کا

اور خود موصوفہ معظّمہ نقوی کا بقائے لا الہ پر استدلالی شعر دیکھیں۔

مولا حسین پیکر تفسیر لا الہ
مولا حسین قاری قرآں کی ابرو

حقیقت یہ ہے کہ ہم ایسے پر آشوب دور سے گزر رہے ہیں کہ یہاں ادیب عام

رسوائی کی بھیٹ چڑھ رہا ہے اور ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ان ادبی تخلیق کاروں کی حوصلہ افزائی کریں جو دیانتداری سے ادب کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔اس کے علاوہ ہمیں ادبی قارئین کے ادبی وفکری احیا کے لیے ان معتبر ادیبوں اور شاعروں کو منظر عام پر لانا چاہیے جو پورے انہماک سے علم وادب کی خدمت کرنے کے بعد خاموشی سے دار فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔ کیونکہ ہم ان مرحوم ادیبوں اور شاعروں کے فکری چراغ سے اپنے چراغ فکر کو روشن کر سکتے ہیں۔اور ان کی تخلیقات ہمارے لیے مشعل راہ بن سکتی ہیں۔سیدہ معظّمہ نقوی کا یہ مودت نامہ اسی بات کی کڑی ہے۔آخر میں موصوفہ کے لیے مری دعا ہے کہ رب کائنات ان کی کاوش کو قبول فرمائے اور شفاعت اُخروی کا ذریعہ بنائے۔

یٰسین ثاقب بلوچ

اَدبی افق پر ہمہ جہت سیدہ معظّمہ بتول

قوس قزح کی مانند نمودار ہیں۔
تصنیف وتالیف میں سبک رفتاری سے نام پیدا کیا ہے۔
اُن کے ایوارڈز کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔
ڈیرہ غازی خان کی خواتین میں اُنھیں اعلیٰ مقام حاصل ہو چکا ہے۔

یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہے کہ خالق کائنات نے عورت کو حسیں شاہکار کی حیثیت عطا کی ہے۔ تصویرِ کائنات کے تمام رنگ عورت کی وجہ سے ہیں۔ زندگی کا سوزِ دروں عورت کے دم سے ہے۔ قوس قزح کی رنگینی، پھولوں کی بہار اور چاند کی چاندنی عورت کے حسن و جمال پر رقص کناں رہتے ہیں۔ اگر عورت باصلاحیت ہو تو اُسے زیور سے آراستہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ آج زندگی کے ہر شعبہ میں خواتین اپنی صلاحیتوں کا اظہار کر رہی ہیں۔ تعلیمی میدان میں عورت نے مردوں سے سبقت حاصل کر لی ہے۔ یونیورسٹیوں اور کالجوں کے نتائج طالبات فتح کر رہی ہیں۔ 2024ء کے سی ایس ایس نتائج میں خواتین ماہِ تمام ثابت ہوئی ہیں۔ تحریکِ پاکستان میں خواتین نے مشاہیر کے قدم بہ قدم خدمات انجام دی ہیں۔ عصرِ حاضر نے ادبی دنیا میں بھی خواتین نے اپنا مقام حاصل کر لیا ہے۔ غزل، عورت کی ذات پر فریفتہ دکھائی دیتی ہے۔ نسائی ادب دھیرے دھیرے ارتقاء پذیر

ہے۔ ڈیرہ غازی خان مرکز سے دور سہی لیکن وہاں کی خواتین اَدبی افق پر قوس قزح کے رنگوں کی طرح جھلملا رہی ہیں۔ محترمہ سیدہ معظّمہ بتول نے بہت سی پابندیوں کے باوجود نثر اور شاعری میں کمالِ ہنر حاصل کیا ہے۔ وہ معظّمہ نقوی کے قلمی نام سے اپنی پہچان رکھتی ہیں۔ 12 جولائی کو سید کفایت حسین کے ہاں ڈی جی خان کے محلّہ غازی شیر میں پیدا ہوئیں۔ اُن کی زندگی کے ابتدائی ایام ننھیال میں پروان چڑھے۔ ابتدائی تعلیم گورنمنٹ سکول نمبر 1 سے حاصل کی۔ ملا قائد شاہ سے میٹرک جب کہ گورنمنٹ انٹر کالج برائے خواتین، ڈی جی خان سے ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی سے گریجوایشن کی ڈگری حاصل کی۔ اِسی یونی ورسٹی سے ڈپلومہ لائبریری سائنس و کمپیوٹر آئی ٹی وایم ایس ورلڈ نیز انٹرنیٹ بر واسنگ حاصل کر لیے۔ علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی سے ایم اے اُردو پر بھی طبع آزمائی کی۔ حکومت نے تمام یونی ورسٹیوں پر ایم اے کروانے پر پابندی عائد کر دی ہے۔ اس لیے سیدہ معظّمہ بتول نے مختلف پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں تعلیم کے موتی تقسیم کرنے کا فریضہ انجام دیا۔ وہ سیمابی شخصیت کی حامل ہیں، اس لیے حصولِ کامیابی میں سرگرداں رہتی ہیں۔ اسٹیٹ لائف انشورنس کمپنی میں فیلڈ آفیسر رہیں۔ تربیتی ورک شاپ کی تکمیل اُن کے لیے کوئی مشکل مرحلہ نہیں تھا۔ سید مہدی حسن نقوی اُن کے شریک سفر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اُنھیں ایک بیٹی سیدہ معجزہ حسن سے سرفراز کیا ہے۔ ماں سے محبت اُن کے خمیر کا حصہ ہے۔ اُن کی سرپرستی میں اُنھوں نے قرطاس و قلم سے رشتہ جوڑ لیا۔ 13 سال کی عمر میں پہلی نظم منتظر نگاہیں لکھ کر شعر و سخن کی محفل میں شامل ہونے کا اعلان کیا۔ اُن کی سامع، اُن کی والدہ محترمہ رہیں۔ اس طرح لکھنے پڑھنے کا ذوق پروان چڑھتا گیا اور گھر میں ہی بیاض تیار ہوتی رہی۔ گھر کا ماحول مذہبی نوعیت کا تھا، گھر میں سلیبس اور مذہبی

کتابوں کے علاوہ کوئی اور کتاب پڑھنا بہت مشکل تھا۔ اَدبی ڈائری کا مطالبہ تھا کہ اُسے سپرد کتاب کیا جائے۔ شریکِ ہمدم نے معاونت کی اور یوں اَدب سے رشتہ جڑ گیا۔ 2018ء میں میرا اوّلین تعارف ہوا اور پھر اگلے ہی سال یعنی فروری 2019ء میں اُن کا پہلا انتخاب کفِ دست نے اپنی ہونے کا اعلان کیا۔ ستمبر 2021ء میں مرثیہ وسلام کا انتخاب مودت نامہ کی تدوین کی۔ دو کتابوں کی تالیف کے بعد اُنھیں اگلا قدم اُٹھانے کا موقع مل گیا۔ تخلیق کار کا قلم کب رکتا ہے۔ 2014ء سے مختلف جرائد ورسائل میں میرے مضامین شائع ہونے لگے۔ جنوری 2023ء میں اُن کی پہلی کتاب نوائے نقوی منصۂ شہود پر آئی جس میں اُن کے تحقیقی مضامین، کالم اور تبصرے شامل ہیں۔ اُنھوں نے آزاد نظم لکھنے کے لیے بہت ریاضت کی۔ آخری بارش درحقیقت نظم نویسی میں بارش کا پہلا قطرہ ثابت ہوئی۔ سرائیکی زبان میں شاعری کی وجہ سے اُنھیں بہت شہرت حاصل ہوئی۔ ڈی جی خان کی وکی پیڈیا میں نامور اہلِ قلم کی فہرست میں اُن کا نام شامل ہو گیا۔ ویب سائیڈ ریختہ میں بھی اُنھیں اپنے پیج پر رکھ لیا۔ اُردو پوائنٹ پر اُن کا تعارف اور کلام شامل ہیں۔ اُن کے فکر و فن پر تحقیقی مقالہ جات کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ محترمہ سیدہ معظّمہ بتول نے بتایا ہے کہ تاحال تل کفِ دست پر طالبہ اقراء، نوائے نقوی پر طالبہ مہوش نواز نے بی۔ ایس سطح کے مقالات تحریر کیے۔ گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین ڈیرہ غازی خان اور بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی میں یہ مقالات مکمل ہوئے۔ بی۔ ایس سطح کا ایک اور مقالہ بعنوان سیدہ معظّمہ نقوی کی شعری و نثری خدمات گورنمنٹ گریجوایٹ کالج برائے خواتین بلاک نمبر 17 طالبہ صبا مجید نے تحریر کیا۔ بی ایس سطح کا ہی ایک مقالہ آخری بارش کا فنی وفکری جائزہ گورنمنٹ گریجویٹ کالج برائے خواتین وہاڑی کی طالبہ عشاء حنیف نے تحریر کر بہاؤ

الدین زکریا یونیورسٹی سے ڈگری حاصل کی۔ سیدہ معظّمہ بتول کے فکر وفن پر تحقیقی کام جاری ہے۔ علاوہ ازیں ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالات میں بھی اُن کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ معظّمہ نقوی کی فہرست کے مطابق جن مقالات میں اُن کا ذکر خیر شامل ہے، اُن مقالات کے نام درج ذیل ہیں: ڈیرہ غازی خان کا نسائی ادب ایم۔فل مقالہ جنوبی پنجاب کے شعراء و شاعرات ، پی۔ ایچ۔ڈی مقالہ ڈیرہ غازی خان میں غیر افسانوی نثر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ اکیسویں صدی میں ایم۔فل مقالہ ڈیرہ غازی خان کی اُردو شعری روایت، مقالہ۔ پی۔ ایچ۔ڈی سرائیکی ادب کے نمائندہ شعرا ایم۔فل سرائیکی مقالہ آج کل باصلاحیت مصنفین ،مولفین ، مرتبین، محققین، مورخین اور ناقدین کی حوصلہ افزائی کے لیے بہت سی علمی و اَدبی تنظیمیں تقریبات کا اہتمام کر رہی ہیں۔ معظّمہ نقوی کو متعدد علمی و اَدبی اداروں نے اعزازات سے نوازا ہے۔ تعریفی اسناد، میڈلز، اور اعزاز حاصل کر کے معظّمہ نقوی نے کمال کر دیا ہے۔ 2019ء سے تادمِ تحریر جن اداروں نے اُن کی صلاحیتوں کا اعتراف کیا اُن کی فہرست یہ ہے:

☆2019ء سچ ٹائمز میڈیا گروپ ملتان کی جانب سے سندِ اعزاز☆9سندِ اعزاز 2023ء، بزمِ غالب انٹرنیشنل کی جانب سے سندِ امتیاز علمی و ادبی خدمات ☆4۔ ادبی قافلہ انٹرنیشنل واٹس ایپ گروپ نے ایوارڈ برائے ادبی خدمات☆ 5۔انٹرنیشنل رائٹرز فورم اسلام آباد نے کفِ دست پر اعزازی سند☆6۔فروغِ ادب انٹرنیشنل واٹس ایپ گروپ نے مشاعرے میں شرکت کرنے پر اعزازی سند☆7۔ حصارِ ادب انٹرنیشنل نے عالمی مشاعرہ میں شرکت پہ اعزازی شیلڈ ☆8۔ ادبی قافلہ انٹرنیشنل کی طرف سے 2021ء میں سندِ اعزاز☆9۔ فیضانِ رومی اکیڈمی کی جانب سے سندِ اعزاز☆10۔

پنجاب گورنمنٹ کی جانب سے چالیس ہزار کا اعزازی چیک ☆11۔بزم شمسی رجسٹرڈ پاکستان کی جانب سے سندِ اعزاز برائے علمی و ادبی خدمات ☆12۔ بزمِ شمسی رجسٹرڈ پاکستان کی جانب سے اعترافِ فن ایوارڈ کتاب مودت نامہ☆13۔حسنِ کارکردگی ایوارڈ اوج ڈائجسٹ پاکستان'' ☆14۔ادب سماج انسانیت نے اعزازی شیلڈ کتاب مودت نامہ☆15۔تربیتی ورکشاپ انٹرنیشنل رائٹرز فورم اعزازی سند☆16۔ فروغِ ادب انٹرنیشنل کی جانب نے زوم ایپ مشاعرے میں شرکت پر سندِ اعزاز عطا کی۔ ☆17۔حصارِ ادب انٹرنیشنل نے نعتیہ مشاعرے میں شرکت پر سندِ اعزاز☆ 18۔بزمِ رفیق سندِ اعزاز برائے ادبی خدمات ☆19۔عاشق حسین خان میموریل کی جانب سے اعزازی سند کتاب مودت نامہ☆20۔نعتیہ مشاعرہ میں مہمانِ خصوصی شرکت پر سند اعزاز قائم خانی میڈیا گروپ ☆21۔کفِ دست سردار ادبی ایوارڈ (ڈسکہ)☆ 22۔سردار ادبی ایوارڈ کتاب مودت نامہ☆ 23۔ بھیل انٹرنیشنل ادبی ایوارڈ (ننکانہ صاحب)☆24۔''مودت نامہ'' الوکیل کتاب ایوارڈ☆25۔مودت نامہ پر افکارِ حامی لائبریری سندِ اعزاز☆26۔بزمِ لطیف رجسٹرڈ کی جانب سے عالمی مشاعرے میں شرکت پر سندِ اعزاز☆27۔مودت نامہ پر ارمغانِ ادب کتب ایوارڈ 2022ء☆28۔آل پاکستان علامہ اقبال ایوارڈ ☆29۔مولانا الطاف حسین حالی ایوارڈ ☆30۔بزمِ شمسی رجسٹرڈ کی جانب سے سندِ امتیاز 2022ء ادبی و علمی خدمات☆31۔کارِ خیر انٹرنیشنل گوجرنوالہ تمغہ ادب گولڈ میڈل ایوارڈ اور کیش پانچ ہزار انعام☆ 32۔قائداعظم محمد علی جناح ایوارڈ نوائے نقوی☆ 33۔بھیل انٹرنیشنل کی جانب سے کاپر میڈل ایوارڈ ☆34۔2023ء الوکیل کتاب ایوارڈ☆35۔ ایف۔جے رائٹرز فورم گولڈ میڈل

ایوارڈ ☆36۔نور احمد غازی ایوارڈ ☆37۔ پاکستان کا سب سے بڑا سول محمد علی فیڈریشن ایوارڈ ☆38۔قومی امن کمیٹی برائے بین المذاہب ہم آہنگی حکومتِ پاکستان کی جانب سے علم و ادب/صحافتی شعبہ میں بہترین کارکردگی پر تعریفی سٹیفکیٹ ☆39۔ بزم سَرخیلِ ادب لاہور کی جانب سے نوائے نقوی کو کتب مقابلہ ایوارڈ ☆40۔محمد یعقوب فردوسی صاحب کی طرف سے خدماتِ ادب ایوارڈ گولڈ میڈل ☆ 41۔ پانچ اعزازی سٹیفکیٹ ☆(۱)ایف۔جے رائٹرز فورم (۲) مولا شاہ ایوارڈ (۳) الوکیل کتاب ایوارڈ (۴) پیامِ پاکستان (۵) بزمِ رفیق بھکر ☆42۔بھیل انٹرنیشنل کی جانب سے 2024ء محمد علی بھیل گولڈ میڈل ایوارڈ کفِ دست 43۔ وقارِ پاکستان کی جانب سے سندِ امتیاز علمی و ادبی خدمات ☆44۔خصوصی ایوارڈ برائے حمد و نعت مودت نامہ (سلام و منقبت) نقیبی ایوارڈ برائے سال 2022ء☆45۔ ماہنامہ اوج ڈائجسٹ کی جانب سے حسنِ کارکردگی ایوارڈ 2023ء☆46۔ بزمِ ندرتِ فکر ادبی تنظیم راولپنڈی کی جانب سے پروین شاکر ایوارڈ بہترین شاعرہ ☆47۔آل پاکستان علامہ اقبال ایوارڈ 2023ء کتاب نوائے نقوی ☆48۔ ایف۔جے۔رائٹرز فورم کی جانب سے 2024ء ایوارڈ گولڈ میڈل کتاب نوائے نقوی ☆49۔کارِ خیر انٹرنیشنل ادبی تنظیم گوجرنوالہ کی جانب سے 2024ء پراؤڈ آف نیشن گولڈ میڈل اوّل پوزیشن ایوارڈ نوائے نقوی ☆50۔بابا طالب جتوئی ایوارڈ 2024ء نوائے نقوی ☆51۔جنوری 2024ء گورنمنٹ آف پنجاب کی جانب سے بیس ہزار روپے انعام ☆52۔ کے۔ایم۔ایس مقابلہ کتب ایوارڈ 2024 ''آخری بارش'' ☆53۔ الفانوس ادبی ایوارڈ مقابلہ کتب 2024 نوائے نقوی ☆۔ وارث شاہ گولڈ میڈل 2024ء آخری بارش ☆55۔سندِ سپاس گلوبل رائٹرز ایسوسی ایشن اٹلی گرینڈ

ایوارڈ 2024ء☆56۔نوائے نقوی اسلام آباد کی جانب سے نوائے نقوی پر بیسٹ بک ایوارڈ 2023ء و 2024ء اور پانچ ہزار نقد انعام☆57۔گلوبل رائٹرز ایسوسی ایشن اٹلی کی جانب سے میر ببر علی انیس ادبی ایوارڈ 2024ء برائے ادبی خدمات خصوصاً سلام، منقبت و مرثیہ☆58۔ بے مثال ادبی خدمات بلھے شاہ گولڈ میڈل 2025ء اور ''معراجِ سخن خطاب سے نوازا گیا۔☆59۔ یومِ آزادی کے موقع پر عاشق حسین خان ایڈووکیٹ میموریل آرگنائزیشن کی جانب سے علمی و ادبی خدمات کے اعتراف میں الوکیل محبِ وطن ایوارڈ☆60۔قومی ایوارڈ 2024ء کتاب آخری بارش☆

اَدبی نوازشات کا یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔ایک اُردو اور ایک سرائیکی شعری مجموعے اشاعت کے مرحلے میں ہیں۔مضامین کا مجموعہ بھی زیرِ ترتیب ہے۔میر تقی میر، مرزا غالب، علامہ محمد اقبالؒ، فیض احمد فیض اور ناصر کاظمی اُن کے پسندیدہ شاعر ہیں۔ پروین شاکر سے گہرا لگاؤ رکھتی ہیں۔سر سید احمد خان، منشی پریم چند، غلام عباس اور سعادت حسن منٹو کی نثر اُن کے دل کو بھاتی ہے۔اُن کی کئی کتب کی تقاریب پذیرائی منعقد ہو چکی ہیں۔مختلف تقریبات میں اُن سے ملاقات ہوئی لیکن گفتگو کا موقع نہ ملا۔اُن کے اعزازات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ کسی ایک نقطے پر مرکوز نہیں ہیں۔کام، کام اور بس کام اُن کا مشن ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ اُن کے فکر و فن کو پذیرائی حاصل ہوتی رہے گی۔

ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم

منظوم نظم

معظّمہ نقوی کی نذر

وہ اک بچی پیاری ہے
معظّمہ نقوی کی
بس قلم سے یاری ہے
عبادت کی عادی ہے
معظّمہ نقوی تو
اک سیدزادی ہے
مولا نے اتاری ہے
معظّمہ نقوی کی
سیرت تو پیاری ہے
تصویر جو تیری ہے
محترمہ نقوی جی
جاگیر وہ میری ہے

غزل وہ کہتی ہے
معظّمہ نقوی تو
من میں رہتی ہے
لکھنے کی عادی ہے
معظّمہ نقوی تو
لڑکی بالکل سادی ہے
دم عشق کا بھرتی ہے
معظّمہ نقوی تو
اللہ اللہ کرتی ہے
اک ماہیا بنایا ہے
معظّمہ نقوی کو
فردوسی نے سنایا ہے
سادات پہ مرتی ہے
باتیں کربل کی
وہ اکثر کرتی ہے
بن جوگن جاتی ہے
معظّمہ نقوی تو
گن مدنی کے گاتی ہے
مولا کرم کمایا ہے

معظّمہ نقوی کو

مجھ سے ملایا ہے

وہ دل میں رہتی ہے

معظّمہ نقوی تو

مجھے بھائی کہتی ہے

مجھے بھائی بنایا ہے

معظّمہ نقوی سے

میں نے رشتہ نبھایا ہے

ناتا قلم سے جوڑا ہے

معظّمہ نقوی نے

گو لکھا تھوڑا ہے

یہ میری زبانی ہے

معظّمہ نقوی کو

دی میں نے سلامی ہے

محمد یعقوب فردوسی

معظّمہ نقوی کا شعری مجموعہ

''آخری بارش''

ہمارے ہاں عام طور پر یہی تاثر پایا جاتا ہے کہ بڑے شہر اور قصبے ہی ادبی سرگرمیوں اور ان زرخیزی کا محور ہیں۔ تاہم ڈی جی خان جیسے ایک دور دراز اور قدرے کم وسائل والے اور مواقع سے محروم خطے سے تعلق رکھنے والی مصنفہ اور شاعرہ معظّمہ نقوی کے شعری مجموعے آخری بارش کی اشاعت ٹھنڈی ہوا کے جھونکے کے مترادف ہے کہ پسماندہ علاقوں کے قلم کار بھی نئی صلاحیت اور پختگی میں بڑے شہروں کے تخلیق کاروں سے کم نہیں ہیں۔ مصنفہ معظّمہ نقوی ایک ایسے علاقے کی باسی ہیں، جہاں سماجی روایات اور جاگیردارانہ سوچ کے شکنجے آج کے جدید دور میں بھی بہت گہرے ہیں۔ مصنفہ کے تعارف کے مطابق وہ بچپن سے ہی روایت شکن رہی ہے۔ بچپن جو گڑیوں اور کھلونوں سے محبت کا زمانہ ہوتا ہے۔ میری قلم کار بہن کو اس دور میں بھی گڑیوں سے زیادہ قلم و قرطاس سے انسیت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ معظّمہ نے صرف تیرہ سال کی عمر میں اپنی پہلی نظم ''منتظر نگاہیں'' لکھی، پھر اردو ادب کی تعلیم اور تدریس کے بعد لکھنے کا سلسلہ جاری ہے۔ 2018ء میں ادبی دنیا میں باضابطہ متعارف ہوئیں، 2019ء میں کل تصنیف کف دست 2021ء میں دوسری کتاب مودت نامہ اور جنوری 2023ء میں نوائے نقوی شائع ہوئی۔ آج کل معظّمہ نقوی کا شعری مجموعہ آخری

بارش میرے زیر مطالعہ ہے۔ کتاب پریس فار پیس پبلی کیشنز نے بہت اہتمام اور محبت سے شائع کی ہے۔ مصنفہ کی نثری اور شعری تخلیقات میں علامت کاری بھی نظر آتی ہے۔ کتاب کا انتساب محبت کی پہلی بارش کے نام ہے۔ بارش کا استعارہ کتاب کے بہت مختصر لیکن جامع پیش لفظ میں امید، زندگی اور قربانی کے انمول جذبے کے طور پر جلوہ گر ہے۔ یہ شعری مجموعہ فنی حسن کی دل ربا تصویر ہونے کے علاوہ شعوری حسن سے بھی مالا مال ہے۔ کتاب میں کلام کے ساتھ ساتھ خوب صورت خاکوں نے بھی کتاب کے حسن کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ آج کل کے سوشل میڈیا کے دور میں عام لوگ اور ادب کے قاری کلام کے ساتھ تصویر اور آواز کے استعمال سے بھی مانوس ہو چکے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ جدید دور کے قاری کے مزاج اور ذوق کے عین مطابق اس تصنیف کو بڑے اہتمام سے تیار کیا گیا ہے۔ جس پر مصورہ آنیہ ایس خان جنھوں نے انتہائی متاثر کن سرورق کا فن پارہ بنایا ہے اور سرابرار گردیزی صاحب جنھوں نے بہت کمال سے کلام سے مطابقت کے حامل دلکش اور جاذب نظر تصویری خاکوں سے سجایا وہ بھی داد کے مستحق ہیں۔ مایہ ناز شاعر افتخار عارف، ڈاکٹر سوراج نارئین، محترمہ فرح ناز فرح اور علیزے نجف کی قیمتی آرا بھی شامل ہیں۔

جس نے کتاب کے حسن کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ کتاب میں بے ساختگی اور سلاست نمایاں ہے۔ شاعرہ نے بہت چھوٹی چھوٹی نظموں اور اشعار میں گہری باتیں بھی بیان کی ہیں۔ یہ شعر ملاحظہ کریں۔

خرد کو جب کوئی سنوار لیتا ہے
وہ اپنی فکر کو اوج کمال دیتا ہے

معظّمہ کی شاعری جذبات، خوبصورتی اور حکمت کا حسین خزانہ ہے۔ اپنے سادہ مگر

گہرے خیالات کے ذریعے وہ اپنی قارئین کے دل و دماغ پر گہرے نقش چھوڑتی ہے۔ان کی شاعری قاری کو زندگی کی باریکیوں کے بارے میں غور کرنے اور سوال کرنے کی دعوت دیتی ہے۔معظّمہ کے کلام کی خوبی اس کی ہمہ گیری ہے۔اس مختصر کتاب میں موضوعات کا تنوع ملتا ہے۔کہیں وہ جاڑے کی سرد شاموں میں سانس کے تاروں کو چھیڑتی تنہائیوں کے کرب ناک لمحوں کا گداز تذکرہ کرتی ہیں۔کہیں دسمبر کی اداس گھڑیوں میں اپنے حصار میں لپٹی یادوں سے ہمکلام ہیں۔معظّمہ جہاں شعر اور ادب میں نئی راہوں کی متلاشی ہیں، وہیں اس نے اپنا ناتا میر و غالب اور اقبال و فیض سے جوڑ رکھا ہے۔میری دعا ہے کہ شاعرہ کا قلمی سفر جاری و ساری رہے، معظّمہ کے لیے بہت ساری دعائیں۔

پروفیسر فلک ناز نور

مودت نامہ

قدیم زمانے سے ادبی طور پر ہندوستان میں جنوبی پنجاب کا خطہ زرخیز رہا ہے، بڑے بڑے قلمکار اسی خطے میں پیدا ہوئے ہیں۔ جنھوں نے ادب میں اپنا ایک مقام پیدا کیا۔ قلمکاری چاہے مقامی زبان میں ہو یا قومی اور سرکاری زبان میں۔ قومی اور سرکاری زبان میں قلم کاروں نے بہت لکھا ہے اور بہت خوب لکھا ہے۔ سرائیکی زبان میں خواجہ غلام فرید صاحب، سرور کربلائی صاحب، شاکر شجاع آبادی صاحب تو اُردو میں بے کیفی جامپوری، منظر کلیمی، شفقت کاظمی، کیف انصاری، محسن نقوی اور ان کے علاوہ بہت سے نام آتے ہیں۔ جہاں تک ڈیرہ غازی خان کا تعلق ہے تو یہ خطہ شروع سے ہی ادبی فکر رکھتا ہے ایک حیرت انگیز امر ہے کہ ڈی جی خان کی دھرتی پر دوسرے شعراء کے علاوہ سادات نے ادبی منظر نامہ پر حکومت کی ہے۔ نامور شاعر اور ڈیرہ غازی خان کی پہچان کتاب شفقت کاظمی، جناب محسن نقوی اور جناب کمیل کاظمی سادات خاندان سے ہیں اور اب محترمہ معظّمہ نقوی صاحبہ، مرحوم شفقت کاظمی کے خاندان سے ہیں۔ آپ بہت ہی معروف قلمکار و شاعرہ ہیں۔ شاعری کے علاوہ نثر بھی خوب لکھ رہی ہیں۔ علاوہ میں لکھ رہی ہیں اور زبردست لکھ رہی ہیں۔ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر ان کی تحریریں پڑھی جا رہی ہیں اور ڈھیروں داد سمیٹ رہی ہیں، خوب پذیرائی مل رہی ہے۔ مودت نامہ معظّمہ نقوی کا دوسرا مجموعہ انتخاب ہے۔

اس سے قبل ان کا پہلا مجموعہ انتخاب کف دست آ چکا ہے۔ مودت نامہ جب کہ نام سے ظاہر ہے کہ یہ پیغمبر اکرم وآل پیغمبر علی صلوۃ والسلام کی نوحہ گری وشاعری ہے۔ رثائی شاعری میں جتنے بھی شاعر گزرے ہیں، محترمہ معظّمہ نقوی نے ان سب کو پڑھا ہے اور ان میں سے کچھ شاعروں کا کلام آپ مودت نامہ میں شامل کیا ہے۔ میر علی انیس سے لے کر معظّمہ نقوی تک اس انتخاب میں شامل ہیں۔ مقامی شعراء میں شفقت کاظمی، شہید محسن نقوی، حسین گوہر اور دلبر مولائی کا کلام اس میں شامل ہے۔ ذیل میں کچھ شعراء کا منتخب کلام قارئین کی توجہ ومحبت کے لیے پیش ہے۔

ہے کون چشم ناز میں آنسو لیے ہوئے
ہرنی دواں ہے بچہ آہو لیے ہوئے
عباس جب چلے تو کہا شہر نے الغیاث
چلتا ہے زور ، قوت و بازو لیے ہوئے

(آقا شاعر دہلوی)

لب پر شہداء کے تذکرے ہیں
لفظوں کے چراغ جل رہے ہیں
میدان کا دل دہک رہا ہے
دریاؤں کے ہونٹ مل رہے ہیں

(احمد ندیم قاسمی)

جو دہکتی آگ کے شعلوں پہ سویا وہ حسین
جس نے اپنے خون سے عالم کو دھویا وہ حسین

جو جواں بیٹے کی میت پہ نہ رویا وہ حسین
جس نے سب کچھ کھو کے بھی کچھ نہ کھویا وہ حسین

(جوش ملیح آبادی)

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے
رستم کا بدن زیر کفن کانپ رہا ہے
ہر قصر سلاطین زمن کانپ رہا ہے

(سلامت علی دبیر)

بیاد سبط نبی میں جو بہائے جاتے ہیں
ان آنسوؤں سے مقدر بنائے جاتے ہیں
یقیں نہ ہو تو وہیں کربلا میں چل کر دیکھ
کس اہتمام سے جنگل بسائے جاتے ہیں

(شفقت کاظمی)

جہاں پناہ تری نذر کر کے لفظ اپنے
خمار اجر سے لبریز دل کا جام کروں!
قسیمِ کوثر و زمزم ، غرور تشنہ لبی
فرات فکر کی ہر موج تیرے نام کروں

(محسن نقوی)

مری نسلوں کو تو اے خدا
دے مودتِ کرب و بلا
نقوی کو ایسے قرار دے
اسے عشق حیدر کرار دے

(معظّمہ نقوی)

جس طرح سے معظّمہ نقوی لکھ رہی ہیں۔اس طرح مجھے اُمید ہے کہ رثائی شاعری میں ملک کی ایک نامور شاعرہ تو اب بھی ہیں۔اس سے زیادہ عزت وتوقیر سمیٹیں، ان شاءاللہ دعا ہے، اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ!

شاعر: قربان حسین

معظّمہ نقوی.....کے فن و شخصیت کے نام

نظم ہو یا کہ نثر دونوں میں
فن بھی تیرا کمال، پر اپنے
تیرا فکری شعور، کیا کہنے
سچ تو یہ ہے کہ خوش نصیب ہے تو
ڈی جی خاں کی فقط کہاں پہچاں
جان پہچان دیس میں ہر سو
شہرِ محسن ترا تعارف تھا
شہرِ محسن کا اب تعارف تو
معترف سارے ڈیروی تیرے
ہم نوا عاصم اس پہ سب میرے
راس آیا تجھے، قلم تیرا
حق کا پرچار ہے علم تیرا

تیری ہمت ہی تیرے کام آئی

استقامت کا وصف بھی تجھ میں

کام تیرے ترا، خلوص آیا

واقعی تو ہے داد، کے لائق

اس پہ شکر اس کا ہی بجا لاؤ

عظمتیں آئیں تیرے حصے میں

عالمی شہرتیں ملیں تجھ کو

پروفیسر عاصم بخاری

صدر شعبہ اردو گورنمنٹ کالج کالا باغ میانوالی

بارشوں کی شاعرہ معظّمہ نقوی

کائنات کی ہر چیز میں محبت کا پہلو نمایاں ہے، کائنات کی دلکشی اور خوبصورتی، محبت، پیار اور اعلیٰ اخلاق سے عبارت ہے۔ اپنی کسی بھی محبت بھری بات کا اظہار کرنے کے لیے شاعری کا سہارا لینا اس معاشرے میں سب سے زیادہ خوب صورت عمل ہے۔ عام سی گفتگو کو شاعری خاص بنا دیتی ہے۔ اگر کسی بے وزن، بے ڈھنگے جملے کو غزل کے کسی شعر یا نظم کے بند میں تخلیق کر دیں تو وہ شاعری بن جاتا ہے اور اپنے اردگرد ہونے والے تمام حالات وواقعات، احساسات محبتوں، چاہتوں، عقیدتوں، حسرتوں، شرارتوں اور آرزوؤں کو لفظوں کے پیراہن میں لپیٹ اپنے جذبات اور احساسات کی ترجمانی کرنا شاعری کہلاتا ہے۔ یہ بھی ایک اٹل حقیقت ہے ایک اچھا شاعر ایک اچھا قلمکار ایک اچھا لکھاری اور ناول نویس، لفظوں کی صورت تحریر کی صورت، کبھی کی غزل یا کسی گیت کی صورت یا کسی فلم کی صورت ہمیشہ لوگوں کے دلوں میں زندہ رہتا ہے۔ شاعری انسان کو کم از کم ایک صدی تک اپنی گود میں لوریاں سناتی رہتی ہے۔ نجانے کتنے لوگ اس دنیا فانی سے رخصت ہو گئے مگر ان کی شاعری، ان کے خیال اور الفاظ زندہ وجاوید ہیں۔ علم وادب کے لیے جہان فکر وفن کی آگہی ضروری ہے، وہاں الفاظ کا بہترین چناؤ ادیب کو دیر تک زندہ وجاوید رکھتا ہے۔ آنکھوں میں ٹوٹے ہوئے خوابوں کی کرچیاں، خزاں کے زرد پتوں پر بہاروں کے قصیدے لکھنا، برفانی

رتوں میں ساکن لمحوں کو یکجا کرنا، یہ وہ کمال فن ہیں جو شاعری کو جلا بخشتے ہیں۔ کچھ لوگ ساری زندگی لفظوں کے پیچ وخم میں الجھے رہتے ہیں۔ان کے بالوں میں اترتی ہوئی چاندی اس بات کی گواہ ہے کہ انھوں نے نجانے کتنی راتیں چاند سے اور تاروں سے باتیں کرتے لفظ تراشے ہیں۔

محبت کے جزیروں میں جب ویران پگڈنڈیوں پر چلتے چلتے آبلے ہمارا مقدر بن جاتے ہیں تو پھر کند ذہن آدمی بھی کاغذ اور قلم کے ذریعے ذہن میں اترنے والے خیالوں کو غزل یا نظم کا روپ دے ڈالتا ہے اور پھر یہاں پر سانسیں بھی سنائی نہیں دیتیں۔ وہاں پر شاعری اثر کرتی ہے، لفظ بولتے ہیں۔ وہ سردیوں کی ایک حسین صبح طلوع ہو چکی تھی، دھند اور کہر میں لپٹی سورج کی کرنیں بادلوں سے اٹھکیلیاں کرتی کتنی حسین لگ رہی تھیں۔ ہر طرف دھند اور اور جیسے دھواں ہو، ساتھ ہی بارش کی ہلکی ہلکی پھوار، ایسا خوبصورت موسم سردی کا احساس ہی نہیں ہونے دے رہا تھا۔

میں حاصل کم پور پریس کلب میں ایک مشاعرے اور کتاب کی رونمائی میں سید مبارک علی شمسی کی دعوت پر مدعو تھا۔ وہاں پر میری ملاقات اس ہستی سے ہوئی، آج جن کی کتاب کی رونمائی تھی، یہ میری ان سے پہلی ملاقات تھی۔ کتاب کا نام ''مودت نامہ'' تھا اور یہ محترمہ معظّمہ نقوی کی کتاب تھی اور آج میرے ہاتھ میں ان کی چوتھی کتاب آخری بارش ہے۔ انھوں نے اس پر تبصرہ کرنے کے لیے کہا تو بہت خوشی ہوئی۔ معظّمہ نقوی کا تعلق پاکستان کے بہت مشہور شہر ڈیرہ غازی خان سے ہے۔ سرزمین ادبی حوالے سے نہایت زرخیز اور بلند پایہ ہے۔ اس زمین نے ادب کے حوالے سے بہت بڑے شاعر، ادیب اور قلمکاروں کو جنم دیا ہے۔ شعروسخن اور ادبی حوالے سے بہت معتبر نام عظیم شاعر جناب سید شفقت کاظمی کا

ہے۔ان کے شاگرد جنھوں نے پوری دنیا میں اپنی شاعری، خطابت اور عقیدہ گوئی، مرثیہ نگاری اور غزل اور نظم میں نام کمایا، وہ عظیم شاعر شہید محسن نقوی ہیں۔ علاوہ ازیں سرور کربلائی، کیف انصاری، سعیدہ افضل، حاجی زوار حسین گوہر، ارشاد ڈیروی اور دیگر معتبر نام ڈی جی خان کا حوالہ ہیں۔ معظّمہ نقوی تو اس ادبی فضا میں اپنا الگ مقام پیدا کر چکی ہیں۔ ان کی دو تصانیف اور دو تالیف منظر عام پر آ چکی ہیں۔ان کی کتاب آخری بارش نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ کتنے کم عرصہ میں انھوں نے اپنی شاعری کا لوہا منوایا۔انھوں نے محنت لگن سے ملک بھر کی ادبی تنظیموں اور حلقوں سے بہت سے انعام واکرام، گولڈ میڈلز، اسناد اور شیلڈز حاصل کیے ہیں۔ معظّمہ نقوی لفظوں سے پیار کرنے والی سلجھی ہوئی اور منجھی ہوئی شاعرہ ہیں۔قلم وقرطاس سے عشق،لفظوں کی حرمت کا پاس رکھنا انھیں ورثے میں ملا ہے۔ کیونکہ شفقت کاظمی جیسے برصغیر پاک و ہند کے قادر الکلام شاعر جو کہ مولانا حسرت موہانی کے شاگرد اور جانشین تھے، آپ کے دادا تھے۔ یہ شعری شغف آپ کو اسی نسبت سے ورثے میں ملا ہے۔ آخری بارش ان کی تخلیق میرے ہاتھوں میں ہے۔ اتنی خوبصورت اور دلکش کتاب شاید میری نظر سے پہلے کبھی گزری ہوگی۔ کتاب میں ہر صفحہ ہی ایک دلکش رنگ لیے ہے۔ کتاب کے ہر صفحہ پر نظم کی مناسبت سے خیالی تصویریں ہیں۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے تتلیوں کے رنگین پروں پر اپنے لفظ لکھ دیئے ہوں۔ کتاب کے صفحات پر بکھرے پھول اوران کی پتیاں قاری کے ذہن پر دلفریب منظر نگاری نقش کرتے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کوئی دوشیزہ اپنے ہاتھوں میں پھولوں کے گلدستے لیے کھڑی ہے اور ہر طرف ان کی خوشبو بکھر رہی ہے۔ کتاب کو ہر حوالے سے سجایا گیا ہے۔ جیسے کسی دلہن کو سولہ سنگھار سے آراستہ کیا گیا ہے۔ کتاب کی پہلی خوبصورتی دیکھیں تو اس کا نام آخری بارش اور اس کا

انتساب محبت کی پہلی بارش کے نام ہے۔اس کا پیش لفظ جو اپنے عنوان سمیت دیدہ زیب ہے۔معظّمہ نقوی نے چند سطروں میں ایک بہت بڑی داستان کو جنم دے کر گویا ایک سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ان کی ایک نظم جو مجھے بطور خاص اچھی لگی آپ لوگ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اکثر چاندراتوں میں
ویران راہگزاروں پر
چاندنی کی بارش میں
جب پیڑ بھیگ جاتے ہیں
تو خامشی کے ہونٹوں سے
اک آواز آتی ہے
رات گنگناتی ہے

اس نظم میں انھوں نے کتنے خیالات کو جذبات کو کتنے موسموں کو اکٹھا کر کے آپ کی جھولی میں رکھ دیا ہے۔ان کی ہر نظم ہی محبت کا الگ جہان سمیٹے ہوئے ہے۔

ان کی شاعری فنی اعتبار سے بہت جاندار ہے۔ان کی ایک اور نظم جو انھوں نے خوشبو کی شاعرہ سیدہ پروین شاکر سے عقیدت اور انسیت میں خراج تحسین کے طور پر پیش کی ہے جو مجھے نہایت دیدہ زیب لگی ہے۔اس کے علاوہ ان کی کتاب میں۔

انتظار حسین ساقی

شاعر اور ادیبہ

معظّمہ نقوی نوجوان شاعرہ اور ادیبہ ہیں جنھوں نے چھوٹی عمر میں زندگی کے تلخ اور شیریں موسموں کا مشاہدہ کیا ہے۔ان کے کلام میں زندگی کے گہرے شعور کی لہر دوڑتی نظر آتی ہے۔قدرت نے انھیں بے پناہ تخلیقی صلاحیتوں سے نوازا ہے، وہ قرینے سے سوچ سمجھ کر شعر کہتی ہیں۔

س: آپ کا اصل نام کیا ہے؟

ج: سیدہ معظّمہ بتول

س: آپ کا قلمی نام؟

ج: معظّمہ نقوی۔

س: شاعری میں تخلص کیا استعمال کرتی ہیں؟

ج: نقوی۔

س: آپ کی تاریخ پیدائش اور جائے پیدائش؟

ج: 12 جولائی ڈی جی خان شہر محلّہ غازی شیر میں ہوئی۔

س: آپ کی قومیت؟

ج: سید جعفری و نقوی۔

س: آپ کے شوہر کا نام؟

ج: سید مہدی حسن نقوی۔

س: آپ کے بچے؟

ج: ایک بیٹی سیدہ معجزہ حسن ہے۔

س: آپ کی پرورش اور ابتدائی تعلیم کہاں سے ہوئی؟

ج: میری پرورش ننھیال میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم سکول نمبر اسے حاصل کی۔ اعلیٰ ثانوی تعلیم شہر قدیم ہائی سکول کے ملا قائد شاہ سے مکمل کی۔ جب کہ انٹرمیڈیٹ گورنمنٹ کالج برائے خواتین ڈی جی خان سے کیا۔ گریجویشن اور ماسٹر کی تعلیم کے لیے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کا انتخاب کیا۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ مختلف پرائیویٹ سکولز میں ایڈمنز اور ٹیچنگ کے فرائض سر انجام دیئے۔ کچھ عرصہ اسٹیٹ لائف انشورنس پالیسی کی فیلڈ سے بھی منسلک رہیں۔ یہاں کی تربیتی ورکشاپ بھی مکمل کیں مگر شعبہ نہیں بنا سکی۔

س: لکھنے کا آغاز کب اور کیسے ہوا؟

ج: مجھے اپنی اماں جان سے بے پناہ محبت اور عقیدت تھی۔ یوں کہہ دو اگر تو بے جا نہ ہوگا، میرا پہلا محبوب تھی وہ ذات، وہ بھی مجھ سے بے پناہ محبت کرتی تھیں۔ لکھنے کا سفر بچپن سے ہی جاری تھا، شعوری سطح اتنی نہیں تھی کہ اپنے لکھے کو کوئی نام دے سکوں۔ باقاعدہ طور پر میں نے اپنی پہلی نظم، تیرہ سال کی عمر میں ''منتظر نگاہیں'' لکھی۔ پھر اسے اپنی اس وقت کی اکلوتی سکھی کو سنائی۔ پھر اس کے بعد جو بھی لکھتی انھی کو سناتی۔ وہ تعریف کرتیں تو میرا ایک پا خون بڑھ جاتا۔ یوں یہ سلسلہ جاری رہا اور میں نے ڈائریاں بنائیں۔ میری فطرت عام لڑکیوں کی طرح کبھی نہیں تھی۔ نہ مجھے رنگ برنگے بھڑکیلے کپڑوں کا کبھی جنون رہا نہ

زیورات اور دیگر کھلونے جو ہر لڑکی کی کمزوری ہوتے ہیں۔ اگر کبھی میری توجہ کا مرکز بنیں یا میری کمزوری سمجھ لیں خوبصورت پن اور ہر سال کی نئی ڈائری ہوتی یا پھر ہر رنگ پھول۔ گھر کا ماحول باپردہ اور مذہبی اور سخت تھا۔ سلیبس اور دینی کتب کے علاوہ گھر میں کسی کتاب کا پڑھنا منع تھا۔ یوں جلد خود کو منظر عام لانے کا مجھے کوئی موقع میسر نہیں آ سکا اور وقت کے دھارے سب چھوڑ دیا لیکن اپنا لکھنا سنبھال کر رکھا۔ صد شکر مولا پاک کہ میرے ہم سفر نے اس معاملے میں مجھے بہت ہمت وحوصلہ دیا اور یوں ادب سے عقیدت اور جنوں کا رشتہ مضبوط رہا۔

س: ادبی دنیا سے اپنے آپ کو کب متعارف کروایا؟

ج: ادبی دنیا میں 2018ء میں متعارف ہوئی۔ 2019ء میں ''کف دست'' جسے میں نے بہت پہلے ترتیب دیا، منظر عام پر لے آئی اور اس کے بعد 2021ء ستمبر میں مرثیہ و سلام کا انتخاب ''مودت نامہ'' تدوین کیا۔ ان دو تالیف کا مقصد میں نے اپنی ناقص العقل کے ذریعے یوں سوچا کہ مجھے اپنے بزرگوں کی پیروی میں قدم بڑھانا ہے تو میں انھی کے نام سے خود کی پہچان بناؤں۔ کیونکہ میرا فخر، میرا وجود، میری ذات کی شناخت، انھی کے دم قدم سے ہے۔ رب کائنات نے مجھے میری سوچ میں سرخرو فرمایا اور میری اوقات سے بڑھ کر مجھے نوازا۔

س: آپ کی تخلیقات؟

ج: 2014ء سے ملکی اور غیر ملکی اخبارات میں جتنی نثری تحاریر لکھیں۔ ان تمام کو یکجا کر کے میں 2023ء میں پہلی تصنیف ''نوائے نقوی'' منظر عام پر لائی۔ یہ کتاب میری نثر تخلیقات، تحقیقی مضامین، کالم وتبصرہ جات پر مشتمل ہے۔ شاعری میں آزاد نظم کو وطیرہ بنایا اور آخری بارش کی صورت میں اپنے قارئین کی نذر کی۔ اس کے علاوہ غزل، متفرق اشعار، سلام قطعات، نیز افسانہ نگاری و سرائیکی زبان میں شاعری پر کام جاری ہے۔ ڈی۔ جی۔

خان کے وکی پیڈیا ہسٹری میں نامور شخصیات کی فہرست میں میرا نام درج ہو چکا ہے۔ایک آرزو ہے کہ ایسا کام کر جاؤں، ادب کے سمندر میں ادب کے سمندر میں اک لازوال قطرہ بن کر ہمیشہ کے لیے امر ہو جاؤں۔

س: آپ کی تعریفی اسناد اور اعزازات؟

ج:1: سچ ٹائمز میڈیا گروپ ملتان کی جانب سے 2019ء میں اعزازی سند اعزاز سے نوازا گیا۔

2: سند اعزاز 2020ء میں پھر نوازا گیا۔

3: بزم غالب انٹرنیشنل کی جانب سے سند امتیاز عملی و ادبی خدمات پر نوازا گیا۔

4: ادبی قافلہ انٹرنیشنل واٹس ایپ گروپ کی جانب سے ایوارڈ برائے ادبی خدمات۔

5: انٹرنیشنل رائٹرز فورم اسلام آباد اعزازی سند برائے ادبی خدمات کتاب کف دست۔

6: فروغ ادب انٹرنیشنل واٹس ایپ گروپ کی جانب اعزازی سند مشاعرے میں شرکت پر۔

7: حصار ادب انٹرنیشنل کی جانب سے عالمی مشاعرے میں شرکت پر شیلڈ۔

8: عالمی سند اعزاز برائے ادبی خدمات 2021ء ادبی قافلہ انٹرنیشنل۔

9: فیضان رومی اکیڈمی کی جانب سے سند اعزاز۔

10: بزم شمسی رجسٹرڈ پاکستان کی جانب اعزاز برائے علمی اور ادبی خدمات۔

11: بزم شمسی رجسٹرڈ پاکستان کی جانب سے سند عتراف فن ایوارڈ کتاب مودت نامہ پر۔

12: حسن کارکردگی ایوارڈ اوج ڈائجسٹ پاکستان۔

13: اعزازی شیلڈ کتاب مودت نامہ ادب سماج انسانیت کی جانب سے۔

14: تربیتی ورکشاپ انٹرنیشنل رائٹرز فورم اعزازی سند۔

15: فروغ ادب انٹرنیشنل کی جانب سے زوم ایپ مشاعرے میں شرکت پر اعزازی سند۔

16: حصار ادب نعتیہ مشاعرے میں شرکت پر اعزازی سند۔

17 بزم رفیق سند برائے ادبی خدمات۔

18: عاشق حسین خان میموریل کی جانب سے اعزازی سند کتاب مودت نامہ پر۔

19: نعتیہ مشاعرہ میں بطور مہمان خصوصی شرکت پر اعزازی سند قائم قائم خانی میڈیا گروپ کی جانب سے۔

20: سردار ادبی ایوارڈ کف دست، مودت نامہ پر۔

21: بھیل انٹرنیشنل ادبی ایوارڈ۔

22: الوکیل ادبی ایوارڈ مودت نامہ پر۔

24: افکار حامی لائبریری سند اعزاز۔

25: ارمغانِ کتب ایوارڈ 2022ء مودت نامہ۔

26: آل پاکستان علامہ اقبال ایوارڈ۔

27: مولانا الطاف حسین حالی ایوارڈ۔

28: بزم شمسی رجسٹرڈ انٹرنیشنل کی جانب 2022ء علمی و ادبی خدمات۔

29: کار خیر انٹرنیشنل تمغہ ادب گولڈ میڈل۔

30: قائداعظم محمد علی جناح ایوارڈ۔

31: نوائے نقوی پربھیل کی جانب سے کاپر میڈل ایوارڈ۔

32: الوکیل کتاب 2023ء ایوارڈ۔

33: ایف۔ جے رائٹر فورم گولڈ میڈل ایوارڈ۔

34: نور احمد غازی ایوارڈ۔

35: پاکستان کا سب سے بڑا سول محمد علی فیڈریشن ایوارڈ۔

36: قومی ادب کمیٹی برائے بین المذاہب ہم آہنگی حکومت پاکستان کی جانب سے علم وادب، صحافی شعبہ میں بہترین خدمات پر تعریفی سرٹیفکیٹ سے نوازا گیا۔

37: بزم سرخیل ادب لاہور کی جانب سے نوائے نقوی کو کتب مقابلہ ایوارڈ سے نوازا گیا۔

38: محمد یعقوب فردوسی صاحب کی جانب سے خدمات ادب ایوارڈ گولڈ میڈل بمعہ پانچ اعزازی سرٹیفکیٹ۔ ایف جے رائٹر فورم، مولانا شاہ ایوارڈ، الوکیل کتاب ایوارڈ، پیام پاکستان، بزم رفیق بھکر۔

39: بھیل انٹرنیشنل کی جانب 2024ء ایوارڈ کف دست پر۔

40: وقار پاکستان کی جانب سے سند امتیاز عملی وادبی خدمات پر نوازا گیا۔

41: خصوصی ایوارڈ برائے حمد ونعت مودت نا مہتعلیمی ایوارڈ برائے 2022ء۔

42: ماہنامہ اوج ڈائجسٹ کی جانب سے حسن کارکردگی ایوارڈ 2023ء۔

43: بزم ندرت فکری اور ادبی تنظیم راولپنڈی کی جانب سے پروین شاکر ایوارڈ بہترین شاعرہ سے نوازا گیا۔

44: آل پاکستان علامہ اقبال ایوارڈ 2024ء کتاب نوائے نقوی سے نوازا گیا۔

س: کیا نثری نظم کا تجربہ ارتقائی عمل کے بعد زندہ رہے گا۔

ج: یہ تو آنے والا وقت طے کرے گا کہ نثری نظم کا وجود اپنی بقا کو کس حد تک رکھ پایا۔ البتہ ایک بات ضرور ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ شاعری کی تخلیق میں جو بات اہم ہے، وہ موسیقیت اور موضوعات میں نیا پن ہے۔

س: ان حالات میں شاعرانہ تصورات اور مبالغہ آرائی کا کیا مقام ہے؟

ج: یہ بات بجا ہے کہ موجودہ زمانہ سائنس اور حقیقت پسندی کا زمانہ ہے مگر ادب اور اپنی روایات سے دور نے ہر دور میں تباہی سے ہم کنار کیا ہے۔ شاعرانہ تصورات میں بھی جدت پسندی کے عمل نے حقیقت پسندی کے عمل کو اپنایا ہے۔ روایتی شاعری اور تصوراتی موضوعات سے ہٹ کر حقیقی موضوعات کو زیر قلم لا کر اس میں مثبت تبدیلی رونما کی ہے۔ اس بدلتے دور میں ہم یا ہمارے بعد آنے والے ہر دور میں شاعری یا ادب سے منسلک کسی بھی صنف کو ادب سے برطرف کر کے ہم اپنی زندگی میں رنگ دلکشی نہیں لا سکتے۔

س: نثر کم کیوں لکھی جا رہی ہے اس کی وجہ وقت اور موضوعات کی کمی ہے یا جرات کی کمی ہے؟

ج: نثر کی طرف عدم دلچسپی کی سب وجہ سب سے زیادہ لکھاری اور قاری کا سوشل میڈیا سے لگاؤ ہے۔ جس کے باعث کسی تحریر یا طویل عبارت کو پڑھنا مہم سر کرنے جیسا لگتا ہے۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہمارے ہاں قلمکاروں کی ایک لمبی فہرست تو موجود ہے مگر حقیقی قلمکار ناپید ہو چکے ہیں، شاید سب سے بڑی وجہ نثر کم لکھے جانے کی یہی ہے۔

س: آپ کن شخصیات سے سب سے زیادہ متاثر ہیں اور کیوں؟

ج: شخصیات میں میر و غالب سے لے کر ناصر کاظمی، فیض، پروین شاکر، افتخار عارف، ڈاکٹر سورج نرائن جیسی عظیم ہستیاں مجھے روحانی طور پر بہت متاثر کرتی ہیں۔ ان کی قلم کی نوک سے لکھے حرف بولتے ہیں اور روح میں ہلچل پیدا کر دیتے ہیں۔ ان کی تحاریر میں وہ تاثیر جو اپنی قاری کو متاثر کیے بنا نہیں چھوڑتی۔

س: ہر تخلیق کے بعد ذہنی اور روحانی آسودگی کا احساس ہوتا ہے، آپ کو اپنی شعری

تخلیقات زیادہ پسند ہیں یا نثری تخلیقات؟

ج: جی ہاں ہر لکھاری کو اپنی ہر تخلیق زیر قرطاس لا کر روحانی آسودگی ملتی ہے اور ایک سچے لکھاری کے لیے اس کی ہر تحریر اولاد کے طرح ہوتی ہے۔ اولاد ساری برابر ہے ان میں موازنہ کرنا ناممکن ہے۔ یہ فیصلہ میں نے آپ جیسے صاحب بصیرت شخصیات پہ چھوڑا ہے۔

س: آپ کی اپنی پسندیدہ شاعری اور وجہ پسند؟

ج:

کاش مجھ کو تیرے ہونے کا سہارا ہوتا
میرے دریائے تمنا کا کنارا ہوتا
مان رکھا نہ گیا تجھ سے میری الفت کا
لے کے دل تو نے میرے منہ پہ نہ مارا ہوتا
زندگی اپنی محبت میں حسین ہو جاتی
عمر بھر کے لیے اک شخص ہمارا ہوتا
میرے آنچل نے ہوا کو بھی کیا ہے تسخیر
کاش زلفوں کو بھی اپنی سنوارا ہوتا
اجنبی بن کے نہ یوں شہروں میں پھرتے نقوی
دل سے اک شخص اگر آج ہمارا ہوتا

انٹرویو: صاحب زادہ یاسر صابری

سلیقہ گفتار، معظّمہ نقوی کے ساتھ

ڈیرہ غازی خان میں یوں تو بہت شعراء وشاعرات موجود ہیں ہر کسی کے قلم میں خدا نے ایک الگ طاقت اور تاثیر رکھ دی ہے۔ میرے شہر ڈی جی خان میں خواتین کا اسٹیج پر آنا اور مشاعرے یا بزم میں اپنا کلام پیش کرنا، ایک معیوب عمل سمجھا جاتا ہے مگر وہ سب لوگ اس بات سے بے خبر ہیں کہ عورت کے وجود کے بغیر جنت اور باغ ویران تھے اور زاہد گوشہ نشین آہ آہ کر رہے تھے کہ عورت مسکرائی اور اس نے ساری کائنات کو مسرت سے مسرور کر دیا۔ عورت یقیناً خالق کائنات کا بہترین نغمہ ہے اور عورت کے نغمات میں اس کا سوز ملتا ہے۔ کبھی اے آبشاروں کے گیت تو کبھی پہاڑی ندی کے سنگیت اور برسات کی رم جھم ہے۔ عورت ایک پھول ہے جو مرد کے چمن حیات کو اپنی خوشبو سے مہکا دیتا ہے۔ عورت دنیا کی شاعری ہے، کاش میرے شہر کے لوگ اس بات کو تسلیم کر لیتے، ارباب علم و دانش میں اپنے شہر کی معروف شاعرہ محترمہ معظّمہ نقوی صاحبہ کی بات کر رہا ہوں، جن کی زندگی دوسری خواتین کے لیے ایک مثال ہے، وہ پاکستان کے نامور شاعر، ادیب، جناب شفقت کاظمی صاحب کی نواسی ہیں۔ انھیں بچپن سے ہی شاعری لگاؤ تھا۔ اُنھوں نے اُردو زبان میں باقاعدہ ماسٹر کرنے کے بعد ادبی دنیا میں قدم رکھا۔ ان کی کتاب کف دست کے مطالعے کے بعد پتا چلتا ہے کہ وہ کس قدر گیان ودھیان بصیرت، حکمت و دانش کی مالکن ہیں۔ معظّمہ

نقوی صاحبہ آسمان سخن کا ایک غالب ستارہ ہیں، جو اپنے اندر ایک علم کی کہکشاں سمیٹے ہوئے ہیں۔ ان کی کتاب کف دست میں بہت سے نامور شعراء اور شاعرات کا کلام شامل سر فہرست مفکر پاکستان ڈاکٹر علامہ اقبال،، ناصر کاظمی، فیض احمد فیض وغیرہ شامل ہیں۔ اس کتاب میں اعلیٰ درجے کے کلام کو یکجا کیا گیا ہے جو ان کے ذوق سلیم کی نشانی ہے.

اور بھی کی دکھ ہیں زمانے میں محبت کے سوا
راحتیں اور بھی ہیں وصل کی راحت کے سوا

(فیض احمد فیض)

آج دیکھا ہے تجھ کو دیر کے بعد
آج کا دن بھی گزر نہ جائے کہیں

(ناصر کاظمی)

محترمہ معظّمہ نقوی صاحبہ کو ان کی اعلی ادبی خدمات کی وجہ سے بزم غالب انٹرنیشنل کی جانب سے اور دوسری کئی ادبی تنظیموں کی جانب سے ایوارڈ و اسناد سے نوازا گیا ہے۔

لفظوں میں تیرے پیدا ہو تاثیر باکمال
اپنے قلم سے ایسی بھی تحریر لکھ ذرا
طاری کرے جو سحر بھی بزم میں ترا
ہر لفظ منہ سے بولے کہیں لوگ مرحبا

تبصرہ نگار: شاعر: ذیشان لغاری

معظّمہ نقوی کی: نوائے نقوی

ڈیرہ غازی خان سرائیکی وسیب کا ثقافتی علاقہ ہے جو کہ ڈیرہ ڈویژن کی حیثیت میں موجود ہے۔اس خطے میں مختلف اقوام آباد ہیں۔ یہاں کے باسی غیور اور باضمیر ہیں۔اس علاقے کی تاریخی حیثیت ہے۔معظّمہ نقوی کا تعلق بھی اسی خطہ سے ہے۔ یہ خطہ ازل سے ہی علم وادب کا محور رہا ہے۔اس سرزمین پر اہل علم اور دانشوروں نے جنم لیا ہے۔معظّمہ نقوی ایک محقق، شاعرہ، مضمون نگار، تبصرہ نگار اور کالم نویس ہیں۔آپ کی نثری تخلیق نوائے نقوی آپ کے گہرے اور عمیق مطالعے کا پتا دیتی ہے۔اس کتاب میں تحقیقی مضامین تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔تحقیقی مضامین میں اردو تنقید کا پس منظر، اردو زبان تاریخ کے آئینے میں، نثر کا ارتقائی جائزہ، اردو غزل کا ارتقاء بڑی اہمیت کے حامل مضامین ہیں۔معظّمہ نقوی کو فن پر ملکہ حاصل ہے۔اسلوب سادہ اور عام فہم ہے۔قاری پر گہرے نقوش چھوڑتی ہیں۔ادبی کالمز میں عاشورہ کا دن گر نہ ہوتا، معرفت عشق، ادب کی خستہ حالی، کرونائی دور اور ادب خاصی اہمیت رکھتے ہیں۔تبصرہ نگاری میں انھوں نے ایک کہکشاں سجائی ہے۔جس میں تنقیدی پہلو قابل تعریف ہے۔معظّمہ نقوی کو بدھائی ہو جو اس کام کو بہ حسن وخوبی نبھانے

میں کامیاب ہوئی ہیں۔معظّمہ نقوی نثر کی ہر صنف میں قدرت رکھتی ہیں۔آپ کی متاع نثر مختلف انواع موضوعات پر مشتمل ہے۔معظّمہ نقوی اپنے گردو پیش کے ماحول اور مقامی موضوعات کو اپنے کالموں میں منفرد انداز میں بیان کرتی ہیں۔ان کی قلم سے فکر آمیز تحریروں کا ایک گراں قدر ذخیرہ نکلتا ہے۔

میں دعا گو ہوں کہ خلاق عالم ان کو صحت وسلامتی والی زندگی عطا کرے اور ان کا تخلیقی سفر اسی عزم کے ساتھ ہمیشہ جاری وساری رہے۔(آمین)

دعا گو:ارشد حاکم

مالکہ کف دست، معظّمہ نقوی

ڈیرہ غازی خان میں شعراء کے مقابلے میں شاعرات کی بھی کمی نہیں ہے، ہر شاعرہ اپنے منفرد انداز میں الفاظ کو اشعار کی لڑی میں پرونے کا مثالی اور منفرد ہنر پیش کر رہی ہے مگر آج جس شاعرہ کے ذکر کے لیے میرے تحیف الفاظ کے ساتھ میری تحیف طبیعت آمادہ ہوئی ہے۔ ان کا نام جاننے سے پہلے ان کا کلام پیش خدمت ہے، بعد از کام آپ اچھی طرح جان لیں گے کہ میں کسی شاعر بے لکھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ کلام دیکھیے۔

لاکھ جی چلانے سے
دل پہ زخم کھانے سے
اشک یوں بہانے سے
زندگی گنوانے سے
کب یہ پورا ہوتا ہے؟
عشق ادھورا ہوتا ہے
کب یہ پورا ہوتا ہے!

جی بالکل میرے قارئین کا اندازہ ٹھیک رہا، میں سرزمین ڈیرہ غازی خان کے اُردو زبان کے قادرالکلام شاعر جناب شفقت کاظمی صاحب کی نواسی، منفرد لب ولہجہ رکھنے والی،

محبت بھری شاعرہ، مالکہ کف دست محترمہ معظّمہ نقوی صاحبہ کی ہی بات کر رہا ہوں۔ آپ شاعرات میں پہلی شاعرہ ہیں کہ جن کی کتاب ''کف دست''، بطور تحفہ موصول ہوئی۔ محترمہ معظّمہ نقوی صاحبہ کا کہنا ہے کہ آٹھویں کلاس میں ہی وہ شاعری کی طرف مائل ہوئیں مگر (ایم۔اے اُردو) کا امتحان پاس کے بعد ڈیرہ غازی خان کی بہترین شاعرہ کے طور پر حلقہ ارباب ذوق ڈی۔جی خان۔ کے توسط سے خود کو ادبی حلقوں میں متعارف کروایا۔

اور اپنی ادبی سرگرمیوں کا باقاعدہ آغاز 2018ء سے کیا محترم معظّمہ نقوی صاحبہ بتاتی ہیں کہ میں اپنی نانی اماں کے بہت زیادہ قریب تھی۔ چونکہ نانی اماں نے مجھے بہت نازوں سے پالا تو بچپن میں ان کے گھر رہتے ہوئے میری عجیب عجیب خواہشات ہوتیں۔ ماموں جان سے نت نئے پن اور خوب صورت ڈائری لا دینے کی فرمائش کرتی جو کہ ہر بار پوری ہوتی۔ کبھی کبھار تو ماموں جان کے ساتھ خود بازار جا کر یہ چیزیں خرید لاتی۔ مگر نانی اماں کے دُنیا سے پردہ پوش ہونے کے کے بعد میں مکمل طور پر بکھر گئی، ہر وقت ان کی یاد میں روتی رہتی اور کوشش ہوتی کہ تنہائی میں جا کر بیٹھوں، جہاں کوئی نہ آ سکے۔ محترمہ معظّمہ نقوی نے نانی اماں کی جدائی پر جو نظم لکھی تھی، وہ قارئین سے شیئر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

بے قیمت ہے چاہت لوگو!
سب کے لیے جو راحت لوگو!
جنت جس کے پاؤں تلے ہے
ٹھنڈک جس کی چھاؤں تلے ہے
جو وہ پاس نہیں ہے تو پھر
بے مقصد ہے جیون سارا

اس جیسا ہے کون ہمارا؟

اُس کو سارے ماں کہتے ہیں

رب کے جیسا روپ ہے وہ تو

سرما کی سی دھوپ ہے وہ تو

اب آپ کو معظّمہ نقوی صاحبہ کی کتاب کف دست کا مختصراً تعارف کروا تا چلوں۔ کف دست 2019ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کے سو صفحات ہیں۔ اس کتاب میں تریسٹھ شعراء و شاعرات کی منتخب شاعری موجود ہے۔ یعنی میر سے معظّمہ تک کا شعری سفر طے کرتے ہوئے شاعرہ نے اس بات کو مدنظر رکھا ہے کہ گلستان ادب سے ایسے ایسے پھول چن کو پیش کیے جائیں جو سب کے پسندیدہ ہوں۔ محترمہ معظّمہ نقوی نے کتاب کے انتساب کے لیے ناصر کاظمی صاحب کا انتخاب کیا اور پروفیسر آفتاب حسین سرائی صاحب سے دیباچہ لکھوا کر کتاب کو چار چاند لگا دیئے۔ آپ کی اپنی دو نظمیں اور ایک غزل اس کتاب کا حصہ ہیں۔ اس انتخاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں سے ہر ذوق ادب رکھنے والا قاری اپنے مطلب کا شعر اور کلام منتخب کر سکتا ہے اور اُس سے محظوظ ہو سکتا ہے۔ کف دست طلباء و طالبات کے لیے بھی ایک انمول تحفہ ہے۔ اس سے مختلف اشعار کی تشریح اور حوالہ جات کے لیے عمدہ اشعار کی تلاش میں آسانی پیدا ہوگی۔ غرض کہ کتاب محترمہ معظّمہ نقوی کی ادب دوستی کا ایک ٹھوس ثبوت ہے۔ کتاب سے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

گھر کے آگے سے ترے نعش گئی عاشق کی

اپنے دروازے تلک تو بھی تو آیا ہوتا

(میر تقی میر)

غالب قدیم دوست سے آتی ہے بوئے دوست
مشغول حق ہوں بندگی ابو تراب میں

(اسداللہ خاں غالب)

مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

(حکیم مومن خاں مومن)

آج دیکھا ہے تجھ کو دیر کے بعد
آج کا دن گزر نہ جائے کہیں

(ناصر کاظمی)

اور بھی دکھ ہیں زمانے میں محبت کے سوا
راحتیں اور بھی ہیں وصل کی راحت کے سوا

(فیض احمد فیض)

تبصرہ نگار:

شاعر: باسط علی باسل

معظّمہ نقوی اہلِ ادب کی نظر میں

ادب کا دامن ہمیشہ اُن شخصیات سے بھرا رہا ہے، جنہوں نے اپنے فن، فہم اور احساس کی بدولت الفاظ کو زندہ جاوید بنا دیا۔ ادبی میدان میں جہاں شعراء و ادباء نے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا، وہیں خواتین قلم کاروں نے بھی اپنے منفرد اندازِ بیان سے قارئین کے دلوں کو چھوا۔ انہی باکمال خواتین میں ایک روشن نام معظّمہ نقوی کا ہے، جو نہ صرف ایک حساس شاعرہ ہیں بلکہ ادب کی مختلف جہتوں میں بھی اپنی انفرادیت رکھتی ہیں۔ آپ نے خطے اور زبان کی نمائندگی بھی بھرپور انداز میں کی ہے۔ ان کی تخلیقات میں نہ صرف نسائی جذبات اور فکری وسعت کی جھلک ملتی ہے بلکہ سرائیکی ثقافت اور تہذیب کی خوشبو بھی نمایاں طور پر محسوس کی جاسکتی ہے۔ معظّمہ نقوی نے شاعری اور نثر کے میدان میں کئی قابل قدر کتب تحریر کی ہیں۔ جو ادب دوست حلقوں میں پذیرائی حاصل کر چکی ہیں۔

آپ کا پیدائشی نام سیدہ معظّمہ بتول، قلمی نام معظّمہ نقوی اور تخلص نقوی کرتی ہیں۔ تعلیم ایم۔اے (اُردو)، ڈوپلومہ جات، لائبریری سائنس و کمپیوٹر، آئی۔ٹی، ایم۔ایس ورڈ، انٹرنیٹ براؤسنگ وغیرہ ہے۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ مختلف پرائیویٹ اسکولز میں ایڈمنسٹریشن اور ٹیچنگ کے فرائض کو بخوبی نبھایا۔ معظّمہ نقوی نے باقاعدہ طور پر تیرہ سال کی عمر میں اپنی پہلی نظم ''منتظر نگاہیں'' لکھی۔ آپ کے ہمسفر نے بھی آپ کی بہت ہمت بڑھائی اور

یوں آپ ادب سے جڑی ہوئی ہیں۔

معظّمہ نقوی ادبی دنیا میں ۲۰۱۸ء میں متعارف ہوئی۔فروری ۲۰۱۹ء میں پہلا انتخاب ''کفِ دست'' (انتخاب) غزلیات منظرِ عام پر لے آئیں۔اس کتاب میں انھوں نے بہت مہارت کے ساتھ ''میر سے معظّمہ'' تک ہر موضوع پر غزلیات کو جمع کر کے بہت سارے موضوعات کو ایک جگہ اکٹھا کر دیا ہے۔دسمبر ۲۰۲۱ء میں مرثیہ و سلام کا انتخاب ''مودّت نامہ'' تدوین کر کے اُردو ادب میں ایک شاندار اضافہ کر دیا ہے۔جنوری ۲۰۲۳ء میں اپنی پہلی تصنیف ''نوائے نقوی'' منظرِ عام پر لے آئیں، یہ کتاب نثری تخلیقات، تحقیقی مضامین، کالم و تبصرہ جات پر مشتمل ہے۔شاعری میں آزاد نظم کو وطیرہ بنایا اور ''آخری بارش'' کی صورت میں اپنے قارئین کو نذر کی۔اس کے علاوہ غزل، دوہڑہ، متفرق اشعار، سلام و قطعات نیز افسانہ نگاری و سرائیکی زبان میں بھی شاعری پہ کام جاری ہے۔آپ کا ڈی۔جی۔خان کی وکی پیڈیا ہسٹری میں نامور شخصیات کی فہرست میں بطور شاعرہ نام درج ہے۔ اُردو کی سب سے مقبول اور عالمی سطح پر بڑی ویب سائٹ ''ریختہ'' میں بھی۔''اُردو پوائنٹ'' پر بھی تصانیف اور کلام درج ہے۔

معظّمہ نقوی نے ادب کے میدان میں قدم رکھتے ہی یہ ثابت کر دیا ہے کہ ان کا قلم صرف الفاظ کا کھیل نہیں بلکہ ایک حساس دل کی ترجمانی اور ایک باشعور ذہن کی عکاسی ہے، ان کی تخلیقات میں فکر کی پختگی، جذبے کی صداقت اور زبان کا حسن ہم آہنگی کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے۔معظّمہ نقوی پیدائشی شاعرہ ہیں۔بطور شاعرہ ان کا کلام دل کی گہرائیوں سے نکل کر قاری کے دل میں اُتر جاتا ہے۔ان کی غزلیں جذبات کی ترجمان اور اشعار زندگی کی حقیقتوں سے لبریز ہوتے ہیں۔آپ کی شاعری ایک ایسے شخص کی شاعری ہے جو روایت

سے جڑے ہونے کے ساتھ ساتھ عصرِ حاضر کے جدید تقاضوں اور رومان سے کماحقہٗ آگاہی رکھتا ہے۔آپ ایک حقیقت پسند شاعرہ ہیں۔آپ نے حسن وعشق اور ہجر وصال کی کیفیات کو مختلف زاویوں سے بیان کیا ہے،محبت کے جذبے کو ادھورا قرار دیا ہے۔ان کے ہاں موضوعات کی بھی کمی نہیں ہے۔

معظّمہ نقوی جہاں بہترین شاعرہ ہیں، وہیں بہترین نثر نگار بھی ہیں۔ان کی نثر نگاری میں کمال روانی، سنجیدہ کاری، فلسفیانہ پن اور ہمہ گیریت پائی جاتی ہے۔اگر ہم معظّمہ نقوی کی بطور شخصیت نگار بات کریں تو آپ کی قلم کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے جس شخصیت کے بارے میں لکھا ہے، وہ شخصیت ویسی ہی ثابت ہوئی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اُن کی تحاریر کی بدولت ساری شخصیات امر ہوگئی ہیں۔افسانہ نگاری میں بھی معظّمہ نقوی نے اپنے قلم سے جوہر دکھائے ہیں اگرچہ آپ کا کوئی افسانوی مجموعہ ابھی تک شائع نہیں ہوا مگر آئے دن کسی نہ کسی ادبی رسالے میں آپ کی کوئی نہ کوئی کہانی شائع ہوتی رہتی ہے۔آپ کے افسانوں میں کرداروں کی سراپا نگاری بہت ہی خوب صورت الفاظ میں بیان ہوتی ہے۔افسانوں میں کرداروں کی بات چیت مکالموں سے ہوتی دکھائی دیتی ہے۔افسانوں میں انسانی جذبات اورانسانی نفسیات کی عکاسی کمال درجے کی،کی ہے۔نقوی صاحبہ نے اپنے افسانوں میں رومانوی رنگ،آشوبِ جدائی،تشبیہ اور محاورات کا استعمال خوبصورت انداز میں کیا ہے۔آپ نے کئی شخصیات کے فکر وفن اور ادبی خدمات کے حوالے سے تحقیقی اور تجزیاتی مقالات اور مضامین بھی لکھے۔آپ کی تصانیف پر بی۔ایس سطح پر مقالے لکھے جاچکے ہیں۔ایم۔فل اور پی۔ایچ۔ڈی کے مقالوں میں بھی مختلف یونیورسٹیوں میں تحقیقی مقالوں میں آپ کا کام شامل ہو چکا ہے۔

معظّمہ نقوی نہ صرف شاعرہ اور افسانہ نگار ہیں بلکہ باصلاحیت نقاد اور مبصرہ بھی ہیں۔ ان کے تبصرے نہایت باریک بینی سے کیے گئے ہوتے ہیں جن میں ادب فہمی، فن کی قدر شناسی اور فکری تجزیہ نمایاں ہوتا ہے۔آپ کے بیشتر تبصرے اخبارات کی زینت بن چکے ہیں۔معظّمہ نقوی محض ایک ادیبہ ہی نہیں، بلکہ ایک فکر، ایک احساس اور ایک ادبی تحریک کا نام ہے۔ان کا تعلق جس سرزمین سے ہے وہ ان کی تحریروں میں سانس لیتی محسوس ہوتی ہے، ان کی کتب، تبصرے اور ادبی خدمات ہمیشہ ایک نئی سمت دکھاتی رہیں گی۔ان کا قلم روشنی ہے، ان کی سوچ چراغ ہے، اور ان کی تحریر ایک مسلسل بہنے والا نغمہ، جو وقت کے ساتھ مزید نکھرتا جا رہا ہے۔

معظّمہ نقوی کی شاعری بطور نمونہ :معظّمہ نقوی کے نزدیک انسان لاکھ کوشش کے باوجود عروجِ عشق کی منزل نہیں حاصل کر سکتا۔اسی لیے نقوی صاحبہ نے محبت کے جذبے کو ادھورا قرار دیا ہے۔

نظم:

لاکھ جی جلانے سے
دل پہ زخم کھانے سے
اشک خون بہانے سے
زندگی گنوانے سے
کب یہ پورا ہوتا ہے
عشق اُدھورا ہوتا ہے
کب یہ پورا ہوتا ہے

انتخاب:

کمی حسینؑ کی اب بھی ہے کاظمی ورنہ
یزید آج بھی دنیا میں پائے جاتے ہیں

☆

اُس کو نصیب ہو گی شفاعت حضورؐ کی
دُنیا میں جس نے جانا مرتبہ حسینؑ کا

☆

عشق ایسا عجیب دریا ہے
جو بِنا ساحلوں کے بہتا ہے

حاصلِ محبوب کا طریقہ:

یہ کھیل ایسا نہیں یونہی جیت ہو جائے
کسی مقام پہ ہستی کو ہرانا ہو گا
وہ مل تو جائے گا مگر ارشدؔ ذرا ایسے
طلب میں اس کی زمانے کو ہرانا ہو گا

۱۳اپریل ۲۰۲۵ء ''بھیل انٹرنیشنل ادبی میلہ ۲۰۲۵ء'' نکانہ صاحب میں راقم الحروف کو جناب ارشاد ڈیروی نے جناب ڈاکٹر محمد ایوب کی کتاب ''بہن اور بیٹی'' عنایت کی اور فرمایا کہ آپ نے معظّمہ نقوی پہ ایک مضمون قلمبند کرنا ہے۔ جب اس کتاب کا مطالعہ شروع کیا تو اس میں دو ادبی شخصیات (بشریٰ فرخ اور معظّمہ نقوی) کا تذکرہ پڑھنے کو ملا، سو مطالعہ کے بعد معظّمہ نقوی کے بارے میں کتاب میں لکھے گئے تذکرے سے چند اقتباسات راقم

الحروف نے قلمبند کرنے کی سعی کی ہے۔ میں یہاں جناب ڈاکٹر محمد ایوب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں جنھوں نے زیرِنظر کتاب ''بہن اور بیٹی'' کو بڑی محنت اور دلجوئی کے ساتھ قلمبند کر کے اِن شخصیات کو انتہائی عمدہ طریقے سے ان کی علمی و ادبی خدمات کو خراجِ تحسین ایک مکمل کتاب کی صورت میں پیش کیا، جو قابلِ داد ہے۔ میں جناب ارشاد ڈیروی کا بھی بے حد ممنون ہوں جنہوں نے اس ناچیز کو اس قابل سمجھا کہ چند سطور معظّمہ نقوی کے متعلق لکھ کر شکریہ کا موقع فراہم کریں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور اُنؐ کی آل اطہارؑ کے صدقے محترمہ کے علم و عمل میں مزید وسعتیں عطا فرمائے اور آپ اسی جذبے اور لگن سے ادب کی خدمت کرتی رہیں۔ آمین!

نثر نگار:

اشتیاق احمد نوشاہی سچیاری

ایم۔اے (پنجابی)، گولڈ میڈلسٹ

گوجر خان

0333-8731823

۲۹ اپریل ۲۰۲۵ء

معظّمہ نقوی بحیثیت نثر نگار

کسی خاص موضوع پر تحقیقی وتنقیدی انداز میں علمی، ادبی، فکری اور تحقیقی نوعیت کا تفصیلی مضمون جو کسی سند کے حصول کے لیے طالبِ علم کی طرف سے پیش کیا جائے وہ مقالہ کہلاتا ہے۔ مقالہ نگاری کا تعلق علم ومطالعہ، تحقیق وتدقیق اور فکر وفن سے مربوط ہے۔ مقالہ نگاری کرنا کتنا آسان اور کتنا مشکل ہے اِس کا اندازہ بھی وہی کرسکتا ہے جو اِس کے مراحل طے کر رہا ہو یا کر چکا ہو۔ ایک طالب علم اپنے مقالہ کو کامل بنانے کی جتنی بھی کوشش کرے کوئی نہ کوئی کمی ضرور رہ جاتی ہے۔ کیونکہ طالب علم ہمیشہ سیکھتا رہتا ہے، وہ عالم نہیں کہ جو لکھ دیا اُس پر فتویٰ لگا تا پھرے کہ بس یہ کامل ہے اور دامنِ کتاب میں اب کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔

تحقیقی مقالہ چونکہ یونیورسٹی کی طرف سے مقررہ مدت کا محتاج ہوتا ہے اِس لیے تسوید وتحریر سے تکمیل تک کے مراحل کی سَر اَن جام دِہی میں کافی ساری کتب میرے مطالعہ سے اُوجھل رہیں اُن میں سے ایک خوبصورت نثری کتاب ''نوائے نقوی'' بھی ہے۔ مجھے افسوس اِس بات کا رہے گا کہ اِس گراں قدر کتاب سے میرے تحقیقی مقالہ بعنوان ''جنوبی پنجاب کے نمائندہ نثر نگاروں کی غیر افسانوی نثر کا تحقیقی جائزہ'' میں کافی سارے حوالہ جات آ سکتے تھے لیکن شُومئیِ قِسمَت یہ تصنیف میری نظروں سے اُوجھل رہی۔ حلقۂ احباب کی فرمائش ہے کہ میں اپنے ایم فِل مقالہ کو کتابی شکل میں منظرِ عام پر لاؤں۔ اِن شاءاللہ جب

یہ مقالہ کتابی صورت میں شائع ہوگا تو اُس میں موجود کوتاہیوں کی درستی کے ساتھ ساتھ نظروں سے اُوجھل نثری کتب اور اُن کے مصنفین کا ضرور شاملِ کتاب کروں گا۔

جنوبی پنجاب کے شعری و ادبی منظر نامے میں مخدومہ سیدہ معظّمہ نقوی کا نام محتاجِ تعارف نہیں۔ نامور شاعر شفقت کاظمی اور شہید محسن نقوی کی دھرتی ڈیرہ غازی خان کے سادات خاندان سے تعلق رکھنے والی ایک سنجیدہ، ذہین اور صاحبِ طرز تخلیق کار ہیں۔ ۲۱ جولائی کو سید کفایت حُسین نقوی صاحب کے ہاں ڈیرہ غازی خان میں آپ کی ولادت ہوئی۔ خانوادہ سادات کے علمی و ادبی گھرانے کی چشم و چراغ ہونے کے باعث حرف و قلم سے محبت و عقیدت اُنھیں اپنے اجداد سے ورثہ میں ملی ہے۔ گھر میں علمی ماحول میسر تھا یوں بچپن سے ہی قلم و قرطاس سے منسلک اُن کا یہ قلمی سفر تا حال جاری و ساری ہے۔

محترمہ معظّمہ نقوی بطور افسانہ نگار، کالم نویس، تبصرہ نگار و شاعرہ معاصرینِ ادب میں ایک معتبر نام ہیں۔ شاعری اور نثر نگاری دونوں میں یکساں صلاحیت رکھتی ہیں، وہ کم لکھتی ہیں لیکن جو بھی لکھتی ہیں اِس سے وہ ذی فہم اور سنجیدہ قارئین کو متوجہ کرنے میں کامیاب نظر آتی ہیں۔ اُن کی کاوشیں اخبارات و رسائل کے ذریعہ نظروں سے گزرتی رہتی ہیں، یہ دیکھ کر اِنتہائی خوشی ہوئی کہ اُنھوں نے اپنی تخلیقی کاوشوں کو ''نوائے نقوی'' کی صورت میں پیش کیا جو یقیناً نثری ادب میں ایک خوبصورت اضافہ ہے۔ اِس سے قبل اُن کا ایک شعری انتخاب ''کفِ دست'' اور ایک سلام کا انتخاب ''مؤدت نامہ'' کے ساتھ ساتھ ۲۰۲۳ء میں اُن کا منظوم شعری مجموعہ ''آخری بارش'' بھی اربابِ علم و دانش سے خاصی پذیرائی حاصل کر چکا ہے۔ محترمہ سیدہ معظّمہ نقوی صاحبہ کی شخصیت و فن پر مختلف یونیورسٹیوں اور کالجز میں بی ایس اور ایم اے کی سطح تک کے تحقیقی مقالہ جات لکھے جا چکے ہیں جبکہ کچھ اداروں میں اُن

کی فنکارانہ اور ہمہ جہت شخصیت پر تحقیقی وتنقیدی کام جاری ہے۔

زیرِ مطالعہ ''نوائے نقوی'' جنوری 2023ء میں منظرِ عام پر آئی جسے ادبی حلقوں میں کافی پذیرائی ملی۔ یہ کتاب علمی، ادبی، تحقیقی، معاشرتی، اخلاقی مضامین کا ایک بہترین مرقع ہے۔ کتاب ہذا میں تحقیقی مضامین، ادبی کالمز اور کہنہ مشق شعراء اور ملکی و بین الاقوامی مشاہیرِ ادب کی کتب پر تبصرہ جات شامل ہیں جو تنقیدی بصیرت کا عمدہ نمونہ ہیں۔ معظّمہ نقوی کا اُسلوبِ نگارش معروضی ہے، وہ جو کچھ لکھتی ہیں وہاں اپنے تاثر کے سلسلے میں مصنف کی تحریر بطور ثبوت تلاش کرتی ہیں اور اپنی رائے متعین کر کے قارئین کے سامنے رکھتی ہیں۔ ادبی کالمز، تاثراتی، تحقیقی اور تنقیدی مضامین کا مجموعہ ''نوائے نقوی'' حلقہ ارباب ذوق میں کافی پذیرائی حاصل کر چکا ہے، یوں بحیثیتِ نثر نگار سیدہ معظّمہ نقوی اپنی ادبی شناخت کو مستحکم کرنے میں یقیناً کامیاب ہوئی ہیں۔

''نوائے نقوی'' میں شامل مضامین اور کالمز کے منفرد مگر دلچسپ عنوانات ہیں جو پہلی ہی نظر میں قاری پر سحر انگیزی کی سی کیفیت پیدا کر کے اُن مضامین کو پڑھنے پر مجبور کرتے ہیں۔ بعض ایسے مضامین بھی ہیں جو واقعتاً میرے تسکینِ مطالعہ کا موجب بنے اُن میں سے ایک مضمون ''سرسید احمد خاں کیا سید تھے.....؟'' بھی شامل ہے۔ سرسید احمد خان اگر سید ہیں تو پھر اُن کے نام کے ساتھ خان کی بجائے شاہ/ زیدی/ کاظمی/ رضوی/ نقوی یا بخاری/ گیلانی/ ہاشمی وغیرہ وغرہ آنا چاہیے۔ یہ ایسا سوال تھا جس کا تجسس مجھے برسوں تھا لیکن اِس کا معقول اور مدلل جواب مجھے آج تک نہ ملا۔ آج اِس سوال کے پیدائش کی گُتّھی بھی ''نوائے نقوی'' کے مطالعہ سے سلجھی۔ اِس کے علاوہ ''اُردو تنقید کا مختصر پس منظر''، ''اُردو زبان تاریخ کے آئینے میں''، ''نثر کا ارتقائی جائزہ''، ''اُردو غزل کا ارتقاء'' سمیت دیگر

مضامین اور ادبی کالمز آپ کی بے پناہ نثری صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

المختصر سیدہ معظّمہ نقوی کی مذکورہ کتاب میں شامل مضامین اور کالمز سے اُن کی محنت، لگن اور عرق ریزی جھلکتی ہے۔ زبان و ادب کے حوالے سے اُن کا مطالعہ وسیع ہے، ادبی منظرنامے پر بھی گہری نظر رکھتی ہیں۔ اُن کی تحاریر میں جہاں قدرتی طور پر غیر معمولی سنجیدگی، متانت، سلاست، بلند پایہ فصاحت، روانی اور سادگی کارفرما ہے وہیں پر صداقت، اثر آفرینی، دردانگیزی اور تنقیدی بصیرت جیسی خوبیاں بھی بدرجہ اُتم موجود ہیں۔ اُنھوں برمحل تشبیہات واستعارات اور دیگر فنی لوازمات کو بھی اپنے مضامین میں خوبصورتی کے ساتھ بروئے کار لایا ہے۔ اُن کے تنقیدی اظہار میں غضب کی ہنرمندی اور رچاؤ ہے۔ جو بات کہتی ہیں اُس کا جواز بھی رکھتی ہیں۔ وہ اپنی تحاریر میں معاشرتی بگاڑ اور علاقائی مسائل کو اُجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ صنفِ نازک کی محرومیوں اور مجبوریوں کو بھی اپنا ذریعہ اظہار بناتی ہیں۔ متذکرہ بالا تمام خوبیاں بیحد تک اُن کے یہاں بدرجہ اتم موجود ہیں اور اِن خوبیوں کو اگر وہ مزید آبدار کرلیں تو اُن کا ادبی قد بحیثیت نقاد اور بلند ہوگا۔ میرے خیال سے سیدہ معظّمہ نقوی ایک اچھی شاعرہ اور ایک اچھی نثّار بھی۔ بہرحال میری ذاتی رائے ناقدینِ ادب کہاں تک اتفاق کریں گے، اِس کا انحصار اُن پر ہے۔

''نوائے نقوی'' ایک قابلِ قدر تصنیف ہے جو مجھ جیسے تحقیق کے طالبِ علم کے لیے ایک بیش بہا خزانے اور نعمت سے کم نہیں۔ میں اپنی بہن مخدومہ سیدہ معظّمہ نقوی کو ''نوائے نقوی'' کی صورت میں اِس خوبصورت فن پارے کی تخلیق پر اُن کی خدمت میں ہَدِیَّہ تبریک وتہنیت پیش کرتا ہے۔ سیدہ کاتہہ دِل سے سپاس گزار ہوں کہ اُنھوں نے اپنے مضامین و ادبی کالمز کا یہ خوبصورت گلدستہ طالبِ علم کے تسکینِ مطالعہ وتبصرہ کی نذر کیا۔ گزشتہ روز سیدہ

معظّمہ نقوی کے والدِ محترم سید کفایت حسین نقوی صاحب کے توَسّط سے اُن کی نثری تخلیقات کا دِل پذیر مجموعہ ''نوائے نقوی'' حقیر نے وصول کیا۔

سید کفایت حسین نقوی صاحب سے دورانِ ملاقات جب راقم نے اپنے والدِ بزرگوار علاّمہ فدا حسین الاحمدانی کا تذکرہ کیا تو شاہ صاحب نے فوراً مجھے گلے لگایا اور ڈھیروں دعائیں دے کر محبتوں سے نوازا۔ سید کفایت حُسین نقوی صاحب نے دورانِ گفتگو بتایا کہ میں آپ کے والد علاّمہ فدا حُسین الاحمدانی کو بہت اچھے طریقے سے جانتا ہوں، وہ ایک متقی، پرہیزگار اور عالم باعمل شخصیت تھے۔ منظور فوٹو سٹوڈیو کے نام سے ہماری دکان تھی، آپ کے والد اکثر ملنے آیا کرتے تھے۔ فروری 2019ء میں دلبر حُسین مولائی صاحب کی کتاب ''تحصیل کوٹ چھٹہ ادب وثقافت کے آئینے میں'' کی تقریبِ رونمائی میں بھی آپ کے والد سے ملاقات ہوئی تھی۔

خداوند متعال سیدہ معظّمہ نقوی صاحبہ کے قلم میں مزید تاثیر عطا فرمائے۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ بحقِ چہاردہ معصومین علیہم السلام سید کفایت حُسین نقوی صاحب اور اُن کے دُخترِ نیک اَختر مخدومہ سیدہ معظّمہ نقوی صاحبہ کو صحت وسلامتی کے ساتھ اپنے سایہء حفظ وامان میں رکھے اور سید بزرگوار کا سایہ اُن کے خاندان اور اَعِزّہ واَقارِب پر تادیر سلامت رکھے۔

(آمین بحق محمد وآلِ محمد علیہم السلام)

فخر عباس احمدانی

معظّمہ نقوی کا مودت نامہ

دنیا میں احترام کے قابل ہیں جتنے لوگ
میں سب کو مانتا ہوں مگر مصطفیٰؐ کے بعد

یہ بجا طور پر فخر و انبساط کا محل ہے کہ مجھے آج معظّمہ نقوی کے مودت نامے پر قلم فرسائی کا موقع مل رہا ہے۔ میں محترمہ معظّمہ نقوی کا بے حد ممنون ہوں اور دل کی گہرائیوں سے انھیں مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے لفظوں میں برکت اور تاثیر عطا فرمائے اور دعا ہے کہ وہ ایسے ادبی معجزے روز برپا کرتی رہیں۔ اگر یہ شعر اس کتاب کا حُسن کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ:

گھر کے لٹنے کے حالات بتا سکتے ہیں
غم کسے کہتے ہیں سادات بتا سکتے ہیں

اس گراں قدر کتاب کے سرسری مطالعے کے بعد جو خوشی کن حقیقت کھل کر سامنے آئی اور جس پر وہ واقعی داد و تحسین کی مستحق ہیں، اس کتاب میں شامل کلام اور اس پر آپ کی محنت ہے۔ اس پر معظّمہ نقوی واقعی خراج تحسین کی مستحق ہیں۔ میں نے کئی ایک کتابیں دیکھی ہیں، جس میں بڑے بڑے شعراء کا کلام جمع کیا جاتا ہے اور پھر اسے انتخاب کے نام سے پیش کر دیا جاتا ہے۔ مگر میں نے ان سب میں ایک بڑی خامی یہ دیکھی ہے کہ عموماً بڑے

شعراء کا مشہور و معروف کلام کتاب میں جمع کر دیا جاتا ہے اور اس طرح بغیر کسی محنت کے ایک آدمی صاحب کتاب بن جاتا ہے۔

اس کتاب میں البتہ اس طرح کی قباحت نظر نہیں آئی، معظّمہ کی محبت کتاب کے ہر ورق سے جھلکتی دکھائی دیتی ہے۔ انھوں نے حروف تہجی کے اعتبار سے قابل ذکر شعراء کا کلام تو ضرور پیش کیا ہے مگر تلاش بسیار کے بعد شعراء کا نسبتاً غیر معروف کلام پیش کیا ہے۔

نمونے کے طور پر کتاب میں شامل چند اشعار بطور تبرک پیش کرتا ہوں۔

غبار راہ کربلا ہو گئی ہے
میر کی خاک بھی کیمیا ہو گئی ہے

☆

بچے تو اگلے برس ہم ہیں اور غم ہے
جو چل دیئے تو یہ اپنا سلام آخر ہے

☆

جن پہ گزری ہے ان سے پوچھو
ہم لوگ صرف سوچتے ہیں

☆

میں معتبر ہوں جہاں میں حسینؓ کے صدقے
قسم علیؓ کی میرے دم میں دم حسینؓ کا ہے

☆

ہزار بار ملے زندگی تو اکبر
فدائے جد حسینؓ نثار آل حسینؓ

☆

سایہ ہیں سر پہ چادر، صبر و صلوۃ کا
بادل کی آرزو ہے نہ بارش کی اساس ہے

☆

شمشی بچا حسینؓ کے سجدے سے دین حق
مولا حسینؓ آپ کے انوار کو سلام

☆

صدق خلیل بھی ہے عشق
صبر حسینؓ بھی ہے مشق
معرکہ وجود میں
بدر و حنین بھی ہے عشق

اب میں معظّمہ نقوی کا دعائیہ کلام پیش کرتا ہوں جو اس کتاب کے آخر میں دیا گیا ہے۔

اے مالک ارض وسماء
ہے تو ہی سچا بادشاہ
ہے تجھ سے میری التجا
کر دور ہر رنج و بلا
تیرے سوا نہیں آسرا

تو خالق و مولا میرا

مجھ پر کرم کر خدا

بصدقہ ءِ مشکل کشا

تو ہی حالتوں کا علیم ہے

تو رحیم ہے تو کریم ہے

پنجتن کے صدقے نکھار دے

میری روح کو تو سنوار دے

میری نسلوں کو تو اے خدا

دے مودتِ کرب و بلا

نقوی کو ایسا قرار دے

اسے عشق حیدر کرّار دے

مجھے عشق حیدر کرار دے

کس کس شاعر کا کون کون سا شعر پیش کیا جائے کہ یہاں شعروں کی ایک روشن کہکشاں ہے جو ہر سو نور بکھیرتی ہے۔اس کتاب پر کیا تبصرہ کیا جائے کہ اس کتاب پر تو ایک ضخیم مقالہ با آسانی لکھا جا سکتا ہے۔آخر میں میں اپنے دوست ظہر افضل چشتی کی اس بات پر اپنی بات کو ختم کرتا ہوں:

یہ جو حسن ہے وہ دراصل حَسِین ہے

اور جو یہ حسین ہے دراصل حسینؓ ہے

شبنم شکیل نے کہا تھا:

جان دیے بنا بات نہیں بنتی ہے
ہو دل مقتل میں تو پھر سر نہیں دیکھا جاتا

اور افتخار عارف نے کیا خوب کہا ہے۔

وہ جو عاشورا کی شب گل ہو گیا تھا ایک چراغ
اب قیامت تک اسی کی روشنی میں ہے
حسینؓ تم نہیں رہے تمہارا گھر نہیں رہا
مگر تمہارے بعد ظالموں کا ڈر نہیں رہا

اس موقع پر میں اپنا ایک شعر پیش کرنا چاہوں گا:

تاثیر محو حیرت کے سر دشت کربلا
جو سر بلند ہے تن پر وہ سر نہیں رکھتا

اور آخر میں ایک شعر تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ:

قتل حسینؓ اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہو گیا بس کربلا کے بعد

امین ساجد سعیدی
شاعر۔ادیب

آخری بارش

معظّمہ نقوی کا شعری مجموعہ ''آخری بارش'' ایک نسائی جذبے، درد اور شعور کی خوبصورت تخلیقی پیشکش ہے۔ان کی نظموں میں اندرونی کرب، رشتوں کی پیچیدگیاں اور سماجی ناہمواریوں کا عکس نمایاں ہے۔نظم ''کہاں کھوگئی؟'' ایک بے آواز عورت کی صدائے احتجاج ہے، جس میں یقیناً کئی خواتین کا غم مشترک بیان کیا گیا ہے۔

''عشق ادھورا'' میں بڑی سادگی سے عشق کرنے والے کے دکھ والم لکھ دیے۔(تنبیہ کردی کہ عشق نہ کیا جائے ہر صورت ادھورا رہے گا)۔''وائے'' میں ایک حساس لکھاری کو جس کا ہر لفظ دل سے نکلتا ہے اس کے کرب کو بیان کیا جو دل کو چھوا۔

نسائی جذبات کی ترجمانی اور حساس موضوعات پر اظہار ان کی تخلیقی صلاحیت کا پتہ دیتے ہیں لیکن کئی نظموں میں مضامین کی تکرار اور جذبات کا ایک جیسا اظہار پایا جاتا ہے۔ پڑھتے ہوئے احساس ہوا کہ کچھ اشعار یا نظمیں ایک ہی جذبے کو مختلف لفظوں میں دہرا رہی ہیں۔تنوع کی کمی بعض جگہوں پر یکسانیت کا احساس دلاتی ہے۔تاہم یہ بڑی بات ہے کہ شاعرہ نے زندگی کے پیچیدہ موضوعات کو اپنی نسوانی بصیرت سے بیان کرنے کی

سنجیدہ کوشش کی ہے۔ اگرچہ سادہ زبان عام قاری کے لیے قابلِ فہم بناتی ہے، مگر کہیں کہیں یہ سادگی شاعری کی فنی چمک کو مدھم کر دیتی ہے۔ کچھ اشعار میں گہرائی اور تہ داری کی کمی بھی محسوس ہوئی۔ بلکہ یوں کہیں تو بہتر لگے گا کہ مجموعہ کی زیادہ تر نظموں میں علامتی گہرائی کم نظر آتی ہے۔

مجموعی طور پر ''آخری بارش'' ایک مخلص اور احساس سے بھرپور مجموعہ ہے، جس میں بعض فنی خامیوں کے باوجود ایک منفرد نسائی آواز سنائی دیتی ہے، جو اردو شاعری میں اپنی جگہ بنانے کی پوری صلاحیت رکھتی ہے۔

کتاب کا انتساب ''محبت کی پہلی بارش کے نام'' ہے، جو اس کے رومانوی اور جذباتی پہلو کو اجاگر کرتا ہے۔ کتاب کی طباعت اور تزئین و آرائش بھی قابلِ تحسین ہے، جس میں ہر نظم کے ساتھ خیالی تصاویر شامل کی گئی ہیں جو قاری کو ایک بصری تجزیہ کرنے کا موقع فراہم کر رہا ہے۔

تبصرہ نگار: نگہت فرمان

معظّمہ نقوی کی نظموں کا باطنی سفر

معظّمہ نقوی کے نظموں کا مجموعہ ''آخری بارش'' اردو نظم کے میدان میں ایک تازہ، دل کو چھو لینے والی اور فکری سطح پر گہرائی رکھنے والی کاوش ہے۔اس کتاب میں شامل نظمیں قاری کو نہ صرف جذباتی تجربات سے روشناس کراتی ہیں بلکہ انسانی رشتوں، سماجی ناہمواریوں، عورت کی داخلی وخارجی دنیا اور روحانی اضطراب کو بھی بڑے مؤثر انداز میں بیان کرتی ہیں۔

معظّمہ نقوی کی نظموں میں جو سب سے نمایاں عنصر محسوس ہوتا ہے وہ ان کی باطنی گہرائی اور وجودی فہم ہے۔ وہ صرف جذباتی کیفیات کو بیان نہیں کرتیں بلکہ انہیں تحلیل کر کے ایک فکری ڈھانچے میں ڈھالتی ہیں۔ وہ نہ صرف ایک عورت کے طور پر بلکہ ایک بیدار شعور رکھنے والے فرد کے طور پر اپنے گردوپیش کی دنیا کا مشاہدہ کرتی ہیں اور ان مشاہدات کو انتہائی لطیف انداز میں بیان کرتی ہیں۔

ان کی شاعری میں ایک دھیمی سی چیخ ہے جو لفظوں کے شور میں نہیں بلکہ خاموشیوں کے بیچ سنائی دیتی ہے۔ وہ احتجاج بھی کرتی ہیں، سوال بھی اٹھاتی ہیں اور کبھی کبھی خود سے ہی الجھتی بھی ہیں، مگر ان کا انداز جارحانہ نہیں بلکہ پُراثر اور تہہ دار ہے۔

معظّمہ کی شاعری کی ایک اور نمایاں خصوصیت اس کا علامتی اسلوب ہے۔ ''بارش'' یہاں صرف موسمیاتی مظہر نہیں بلکہ ایک تخلیلی استعارہ ہے۔ یہ بارش کبھی اندرونی تطہیر کا سبب بنتی ہے، کبھی ایک جدائی کی علامت، تو کبھی زندگی کی وہ آخری امید جو مٹی کو پھر سے مہکانے آتی ہے۔

ان کے ہاں خامشی، آئینہ، پرچھائیاں، بارش، موسم، شام، خواب اور آنکھیں بار بار آنے والے الفاظ ہیں، جو کسی نہ کسی داخلی کیفیت یا علامتی مفہوم کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان کے ہاں اسلوب میں سادگی ہے مگر مفاہیم میں گہرائی جو قاری کو بار بار پڑھنے اور سوچنے پر مجبور کرتی ہے۔

ایک عورت کی حیثیت سے شاعرہ نے اپنے احساسات، محرومیوں، خوف، خواب اور خواہشات کو جس انداز میں نظموں میں ڈھالا ہے، وہ اردو نظم میں ایک اہم اضافہ ہے۔

ان کی شاعری محبت کو محض رومانوی تعلق نہیں مانتی بلکہ اسے ایک نفسیاتی اور روحانی تجربہ کے طور پر پیش کرتی ہے۔ بعض نظموں میں وہ اس دنیا کی بے حسی، منافقت، اور ظاہرداری پر تنقید کرتی ہیں۔ مگر ان کا انداز خطیبانہ یا نعرہ باز نہیں بلکہ شعوری اور تہذیبی ہوتا ہے۔

''آخری بارش'' کو جدید اردو نظم کے تناظر میں ایک اہم قدم قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ مجموعہ نئی نسل کی ان نسائی آوازوں میں شامل ہے جو نہ صرف خود کو بیان کرنا جانتی ہیں بلکہ اپنے عہد، اپنے سماج اور اپنی ذات سے سوال کرنے کا حوصلہ بھی رکھتی ہیں۔ معظّمہ کی شاعری میں شعور، جذبہ، اور فکری پختگی تینوں ایک متوازن اور مہذب انداز میں اکٹھے ہوئے ہیں۔

المختصر، ''آخری بارش'' ایک ایسی کتاب ہے جو محض پڑھنے کے لیے نہیں بلکہ محسوس کرنے کے لیے لکھی گئی ہے۔ یہ نظموں کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک نسائی روح کا سفرنامہ ہے جو قاری کو اس کے اپنے باطن سے ملواتا ہے۔ یہ کتاب ان تمام قارئین کے لیے ایک قیمتی تحفہ ہے جو شاعری کو محض الفاظ کا کھیل نہیں بلکہ احساسات، خیالات اور شعور کی ترجمانی سمجھتے ہیں۔

معظّمہ کا اسلوب سادہ مگر اثر انگیز ہے۔ وہ روزمرہ کی زبان میں غیر معمولی تجربات کو نظم کے قالب میں ڈھالتی ہیں۔ ان کی شاعری میں ایک نسوانی حساسیت اور داخلی کرب کی شدت محسوس ہوتی ہے، جو قاری کو خود سے ہم کلام کرتی ہے۔ ''آخری بارش'' میں محبت، تنہائی، جدائی، سماجی جبر، عورت کا شعور، اور داخلی خودکلامی جیسے موضوعات پر نظمیں شامل ہیں۔ ان نظموں میں فرد اور معاشرے کے باہمی تعلقات، وجودی سوالات اور رشتوں کی بکھرتی ہوئی پرتیں نمایاں طور پر سامنے آتی ہیں۔

''آخری بارش'' نئی نسل کی اردو شاعرات میں ایک بھرپور آواز کا اظہار یہ ہے۔ یہ کتاب نہ صرف نظم کے فن کو آگے بڑھاتی ہے بلکہ نسائی ادبی شعور کو بھی ایک نئی جہت دیتی ہے۔ یہ مجموعہ اردو ادب کے ان قارئین کے لیے ایک گراں قدر تحفہ ہے جو شاعری میں احساس، فکر اور جمالیاتی توازن تلاش کرتے ہیں۔

کومل شہزادی

مدیرہ ''نقش فریادی''

.....❁.....

نئے سفر کا آغاز

آخری بارش سیدہ معظّمہ نقوی کی چوتھی کتاب ہے۔

اس سے قبل ان کی تین کتابیں شائع ہو کر اہل علم و ادب کو اپنی جانب متوجہ کر چکی ہیں۔ بڑے شہر کے ادبی ماحول سے دور رہ کر بھی معظّمہ نقوی نے اپنے تخلیقی وجود کو پوری آب و تاب کے ساتھ زندہ رکھا ہے۔

گزرتے وقت کے ساتھ ان کے اظہار و بیان کی دسترس میں حد درجہ توانائی نظر آئی ہے۔ مضامین کا تنوع بھی ہے اور زبان کا اخلاقانہ استعمال بھی۔ آخری بارش معظّمہ نقوی کی ادبی زندگی میں ایک نئے سفر کا آغاز ہوگا۔ مجھے اس کا پورا یقین ہے۔

افتخار حسین عارف

کربلائی شاعری اور معظّمہ نقوی

معروف شاعرہ ادیبہ، کالم نویس، افسانہ نویس، اور محقق محترمہ معظّمہ نقوی صاحبہ کا تعلق سادات گھرانے سے ہے اور علم سادات عظام کی میراث ہے۔ معظّمہ نقوی ایک باہمت خاتون ہیں اور ادب کے فروغ کے لیے ہمہ تن کوشاں ہیں اور قابل ستائش بات تو یہ ہے کہ مرکز سے دور رہ کر مضافات میں علم او ادب کی قندیل روشن کیے ہوئے ہیں، معظّمہ نقوی کا تعلق براہ راست کربلا کے سکول آف تھاٹ سے ہے اور یہی تعلق خاص (یعنی کرب و بلا والے سادات سے محبت وعقیدت) ان کے زیر نظر مجموعہ، انتخاب سلام ومنقبت مودت نامہ کی وجہ تعلق ٹھہرا، اس سے قبل نقوی صاحبہ ایک شعری انتخاب کف دست اہل سخن کی نذر کر کے داد تحسین وصول کر چکی ہیں۔ معظّمہ نقوی ایک منجھی ہوئی قلم کار ہیں جو ادبی تخلیقات میں مقدار کی بجائے معیار کی قائل دکھائی دیتی ہیں۔ وہ بسیار نویس نہیں ہیں بلکہ وسیع المطالعہ ہیں اور مطالعہ کی کثرت ان کی تحریروں میں نمایاں نظر آتی ہے۔

معظّمہ نقوی نے مودت نامہ کی صورت کہنہ مشق اور دور حاضر کے مستند شعرائے کرام کے سلام ومنقبت کا گلدستہ سجا کر اہلِ قلب ونظر کے سامنے رکھ دیا ہے۔ جس کے ایک ایک پھول سے ولائے محمد وآل محمد (علیہ السلام) کی خوشبو مشام جاں کو معطر کر رہی ہے۔ ان کا یہ انتخاب کربلائی شاعری میں اک گرانقدر اضافہ ہے جو ان کے لیے دنیا وآخرت میں کامیابی کی نوید ہے۔ خلاق عالم ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے.....آمین!

خانم زیدہ بخاری

ڈائریکٹر خانہ فرہنگ اسلامی جمہوریہ ایران

.....❁.....

آزاد نظم

آزاد نظم، انگریزی ادب سے اردو ادب میں داخل ہوئی۔ بے قافیہ نظم کو اردو ادب میں آزاد نظم کہتے ہیں۔ ہمارے مشرقی مزاج کے خدوخال، وزن کے مخصوص تصور اگیت کے زیر اثر متعین ہوئے اور صدیوں تک ہماری ادبی فضا پر چھائے رہے۔ شعر کا وزن ہو یا موسیقی کا آہنگ، ہمارا مزاج ایسے صوتی نظام کا تقاضا کرتا ہے جس میں آواز خط مستقیم کی بجائے دائروں میں سفر کرتی ہو۔ آواز کا یہ چکر ہمارے مزاج کا اس حد تک حصہ بن چکا ہے کہ جب موسیقی کا کوئی فن پارہ پیش کیا جا رہا ہو تو ایک خاص مقام پر آ کر سامع کا سر بھی جھٹکے سے ہل جاتا ہے۔ شعر کے صوتی نظام میں یہی حیثیت قافیے کو حاصل ہے۔

چونکہ آزاد نظم کا آہنگ ہمارے عمومی اور موسیقانہ مزاج سے زیادہ مطابقت نہیں رکھتا تھا اس لیے آزاد نظم کو ہمارے مزاج کا حصہ بننے میں ذرا دیر سے پذیرائی ملی۔

جب آزاد نظم مروج ہوئی تو ہمیں معلوم ہوا کہ آزاد نظم کی ظاہری ساخت، دیگر اصناف سے اس لیے مختلف ہے کہ اس نظم کی تعریف چھوٹی بڑی ہوتی ہے اور ارکان عروضی کی تعداد برابر نہیں ہوتی یہی وجہ ہے کہ ادب کی دنیا میں غزل کے مقابلے میں، آزاد نظم کو کم مقبولیت

حاصل ہے۔آزادنظم میں جو بحر کی بنیادی اکائیاں استعمال کی جاتی ہیں ان میں فعل فعلن ، فاعلات، فاعلن ،فعولن،اور فاعلاتن شامل ہیں۔اکثر آزادنظموں میں فعولن کی تکرار ملتی ہے۔

کچھ آزادنظموں کی پہلی دوسطروں کا رکن فعولن ہوتا ہےاور پھر فاعلن کی تکرار شروع ہو جاتی ہے۔ارکان عروضی کی باقاعدہ تکرار جس سے آہنگ مجروح نہ ہوآزادنظم کے آہنگ کا بنیادی تقاضا ہے۔

آزادنظم میں شاعر کوسطر کی حرمت کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔آزادنظم کے شاعر کی توجہ راگ پر ہونی چاہیے،عروض پرنہیں ہونی چاہیے۔ن م راشد،میراجی،ضیاء جالندھری،وزیرآغا،مجید امجد،منیر نیازی،یوسف ظفر،ساقی فاروقی اورفیض احمد فیض آزادنظم کے شاعر ہیں۔

معظّمہ نقوی کا شعری مجموعہ ''آخری بارش ایک خوبصورت مجموعہ ہے۔اس مجموعے کی شریانوں میں خوبصورت ترکیبیں رینگتی نظر آتی ہیں۔مثلاً ، لا الہ کا معجزہ، ایمان کی جاگیر، عفتوں کی سرزمین سرد ہوا کی لو پہ، پتھرائی ہوئی آنکھیں، دھندلکے میں سسکتی شام،بلکتی سکتی ناؤ، دسمبر میں بدحواسی،جسم کی سکت، ساکت ہونٹ، ماگھ کی رات، ذہن کے کینوس پر، روپ نگر، نائٹ بلب، سناٹے میں چاپ، یادکا جگنو، ادھورے سپنے، کرب اور بے بسی، سلگتے ارمان، سپنوں کے محل، خدائے لم یزل، مسکراہٹوں کی بھیک، Nostalgia، منتظر نگاہیں، پشیمان آرزو، زہرآلود بہار، مرجھائے ہوئے خواب، بے رنگ جیون۔

ان خوبصورت ترکیبات کے علاوہ انھوں نے انگریزی زبان کے کچھ لفظوں سے اپنی نظموں کوآراستہ کیا ہے۔انھوں نے اپنی نظموں میں

Chess

I want him

Valentine day

Lasting pain

Gossip

Nostalgia

جیسے لفظوں کا استعمال کیا ہے۔

ان کی نظموں کے عنوانات نہایت ہی دلکش ہیں۔ diction نے ان کی نظموں کو دلفریب معانی عطا کیے ہیں۔ان کی آزاد نظموں میں کہیں کہیں چھوٹی سطریں اور کہیں کہیں بڑی سطریں ملتی ہیں۔ انھوں نے اپنی نظموں کو خوبصورت تشبیہات اور خوبصورت استعاروں سے آراستہ کیا ہے۔ چند نظمیں خوبصورت بحروں سے مزین ہیں۔

ڈاکٹر سورج نارائن

.....❁.....

Aakhri Baarish by Moazma Naqvi

Reading Aakhri Baarish felt like having a quiet conversation with my own heart. Moazma Naqvi writes in such a raw, poetic way that you don't just read the words; you feel them. The story speaks to anyone who's ever loved deeply, lost painfully, and tried to heal silently.

It's not a fast-paced novel, and that's the beauty of it. It takes its time, like rain that doesn't rush but still washes everything clean. The "Aakhri Barish" isn't just a title; it's a feeling. A moment when you finally let go and breathe again.

This book made me pause, reflect, and even cry a little. If you've ever needed closure, or if your heart still remembers a goodbye, this book might just feel like it was written for you.

Reviewer : Kashaf Ul Eman

جذبوں کی شاعرہ

کہتے ہیں اگر خود میں موجود کسی بھی فطری صلاحیت کی نشو ونما پہ بھرپور توجہ دی جائے تو وہ ناموافق حالات اور وسائل کی کمی کے باوجود بھی اپنے ظہور کے مواقع ڈھونڈ ہی لیتی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کے لیے کافی وقت درکار ہوتا ہے۔ غیر معمولی جدو جہد اور استقامت اسے منزل سے قریب کرنے میں معاون ہوتی ہے۔

اس کائنات میں پیدا ہونے والا ہر انسان اپنے ساتھ ایک پوٹینشیل نامی امکانی صلاحیت لے کر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے اندر وہ سبھی کچھ موجود ہوتا ہے جس سے وہ اپنی زندگی کو بہتر طرز پہ گزار سکے۔ ہم میں سے بیشتر لوگ ایک متوسط زندگی یعنی عام سی زندگی گزار کر دنیا سے چلے جاتے ہیں اور کچھ لوگ اپنے اندر موجود فطری صلاحیتوں کو پالش کر کے خود کو ایک فنکار کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

بیشک ہر فنکار کا اپنا اپنا معیار ہوتا ہے اور ہر وہ فن قابل قدر ہوتا ہے جس سے لوگوں کے جذبات وابستہ ہوں۔ ایک فنکار اپنے جذبات کی اس طرح آبیاری کرتا ہے کہ وہ ایک دن اس کی پہچان بن جاتا ہے۔ اب تک بیشمار لوگوں نے غیر موافق حالات میں اپنی لگن اور محنت سے اپنے اندر موجود صلاحیت کو نکھارا ہے اور اسے ایک فن میں ڈھال کر لوگوں کے

سامنے پیش کیا ہے۔

معظّمہ نقوی ایک ایسی ہی قلم کار ہیں جنھوں نے اپنے عزم واستقامت سے خود میں موجود ہنر کو نا صرف نکھارا بلکہ دنیا کے سامنے پیش کر کے خود کو صاحب قلم کی حیثیت سے متعارف بھی کروایا۔ انتہائی کم عمری میں ہی وہ الفاظ واحساس کے ساتھ جذباتی طور پر بندھ گئی تھیں۔ یہ رشتہ کچھ اس طرح جڑا کہ نامساعد حالات کے باوجود بھی یہ قائم رہا۔ انھوں نے اپنے قلم کے ذریعے اپنا کتھارسس کیا اور اپنے فن کو جلا بھی بخشی اور مسلسل مشق سخن نے انھیں سخنور بنا دیا۔

اس وقت ان کی کتاب ''آخری بارش'' میرے سامنے ہے۔ یہ ان کی چوتھی کتاب ہے۔ اس سے پہلے ان کی تین کتابیں کفِ دست، مودت نامہ، نوائے نقوی کے نام سے منظر عام پر آ چکی ہیں۔ آخری بارش ان کی آزاد نظموں کا مجموعہ ہے۔ اس میں انھوں نے لطیف شعری احساسات کو سادہ لفظوں میں پیش کیا ہے۔ ان کے لفظوں کے ساتھ احساسات میں بھی سادگی کا عنصر غالب ہے۔

شاعری کی سب سے بڑی خوبی یہی ہوتی ہے کہ اس میں ایک عام سے احساس کو اس طرح بے ساختگی کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے کہ وہ قاری کے ذہن کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ ہر شاعر کی تخلیقات اسی کوشش کے گرد گردش کرتی ہیں۔ کون اس کوشش میں کتنا کامیاب ہوتا ہے اس کا فیصلہ ہمیشہ قاری ہی کرتا ہے۔

معظّمہ نقوی کی آزاد نظموں میں یہ کوشش بخوبی جھلک رہی ہے۔ انھوں نے اپنے فن اور صلاحیت کے تقاضوں کو نبھانے کی اپنی سی پوری کوشش کی ہے۔ بہر حال یہ فیصلہ تو ان کے قارئین ہی کریں گے کہ ان کی شعری اثریت اور سادگی سے وہ کس حد تک متاثر ہوئے

ہیں۔ ہاں ! اگر مجھے اس وقت اپنی رائے دینی ہوتو میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ معظّمہ نقوی نے اپنے احساسات کولفظوں میں پرونے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے۔ جوں جوں یہ شعری مسافت طے ہوتی جائے گی، جذبات کے مزیدان پرتو منکشف ہوتے چلے جائیں گے۔ فن کا سفر ہو یا زندگی کا یہ ہمیشہ جاری رہتا ہے، اس کا اتمام جیتے جی ممکن نہیں۔

معظّمہ نقوی کی شاعری میں احساسات کا ردھم شامل ہے۔ انھوں نے اپنے اردگرد ہونے والی تبدیلیوں اور حالات وواقعات کو اپنی نظموں میں پیش کیا ہے۔ ان کی نظموں کے موضوعات عام انسانی زندگی سے قریب ہیں، جیسے خود کلامی، جنم دن، اجنبی، بسنت، خواب، ذرا سوچنا، چہرہ، عہد وفا وغیرہ۔

بیشک ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان موضوعات پہ شعری صنف میں اب تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ معظّمہ نقوی نے بھی روایتی انداز میں اپنے شعری سفر کا آغاز کیا ہے۔ رومانیت ان کی بھی کمزوری رہی، اردگرد ہونے والے واقعات پر ان کی گہری نظر رہی، خواہ اس کا تعلق خوشی سے ہو یا غم سے، ان سب پر انھوں نے کھل کر لکھا ہے۔ ان کی ایک نظم الہڑ آرزو کے عنوان سے ہے۔ جس میں وہ لکھتی ہیں۔

اک الہڑ آرزو مرے دل میں
لے رہی ہے عجیب انگڑائی
اپنے تن کے حصار میں مجھ کو
اس کی کوئی سمجھ نہیں آتی
حوصلہ جو دیا کرے مجھ کو
گہر کے سخت موسم میں

مجھ کو تسکین دیا کرے کوئی
میں جیا کرتی ہوں کسی کے لیے
میری خاطر جیا کرے کوئی
میرے حق میں کوئی دُعا کر کے
مجھ کو کچھ مطمئن کرے کوئی!

اس وقت آخری بارش نامی شعری مجموعہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ معظّمہ نقوی کی شب و روز کی کاوش آپ کی توجہ کی منتظر ہے۔ میرا ماننا ہے کہ کسی بھی فن کو عروج تک پہنچانے میں قاری کا ایک بڑا کردار ہوتا ہے۔ اس کی طرف سے ملنے والی پذیرائی تخلیق کار کی صلاحیت کو مہمیز دینے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ معظّمہ نقوی کے تخلیقی فن کو اجاگر کرنے میں آپ بھی اپنا حصہ ڈالیں۔ ان کے ساتھ ساتھ آپ بھی خود کو ان کے لفظوں اور احساسات کے ساتھ جوڑ دیں۔ ایک قاری اور قلم کار ایسے ہی اٹوٹ بندھن میں بندھ جاتے ہیں۔

علیزے نجف
شاعرہ، کالم نگار، مصنفہ

معظّمہ نقوی کی نثر نگاری

اردو نثر نگاری Prose Writing میں سب سے پہلے سادہ نویسی کے علمبردار بادشاہ شاہ عالم ثانی کو مانا جاتا ہے۔ جن کی تصنیف عجائب القصص، سادہ نویسی میں اردو نثر کی پہلی کتاب تسلیم کی گئی ہے۔ آپ نابینا ہونے کے باعث صرف املاء کروا کر مدعا نگاری کرتے تھے۔ اس کے بعد میر امن کی کتاب ''باغ و بہار'' کا بہت شہرہ رہا۔

امام احمد رضا خان صاحب دامت برکاتہم کی ولادت 1856ء میں ہوئی آپ نے 14 برس کی عمر سے نثری میدان میں قدم رکھ دیا تھا اور پہلی تصنیف ''معیر الطالب فی شیون ابی طالب مکمل کی۔ اس کے بعد دوسری تصنیف ''مرتجی الاجابات لدعاء الاموات'' تھی۔ یہ دونوں کتب شرمندہ اشاعت نہ ہوسکیں۔ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کی اردو تصانیف ابھی تک حیطہ شمار میں نہیں آسکی ہیں۔ یہ بلاشبہ سینکڑوں میں ہیں اور ہزار ہا صفحات پر محیط ہیں۔ اس میں شبہ باقی نہیں ہے کہ اردو کی جدید علمی نثر کے فروغ کا کام سرسید احمد خان اور امام احمد رضا خان نے ہی کیا لیکن اس بارے میں ایک کا نام مشہور ہو گیا اور دوسرے کا مستور رہ گیا۔

اس سلسلہ میں افتخار احمد قادری برکاتی لکھتے ہیں کہ سرسید احمد خان نے بھی بہت لکھا۔

حالی، تبلی، نذیر احمد اور سرسید کے دوسرے رفقاء نے بھی بہت لکھا، ان کے ہم عصروں میں غشی محمد حسین آزاد بھی ان سے پیچھے نہ رہے بلکہ ان چند مصنفین کی تصانیف بھی امام احمد رضا کی تصانیف کے برابر نہیں ہوتیں۔ اس لیے اگر صفحات کی تعداد کو بھی دیکھا جائے تب بھی امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کا نمبر سرسید احمد خان سے اوپر رہتا ہے۔

عبدالباری قاسمی ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ: ''سرسید نے مغرب کی ایک مشہور اور مقبول صنف Essay سے متاثر ہو کر مضمون نگاری کی بنیاد رکھی، سرسید مغرب کے مشہور مصنفین ایڈیسن، ڈرائڈن اور بیکن وغیرہ سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ اُنھوں نے ان حضرات کے بہت سے مضامین کو ہی اردو کا لبادہ اوڑھا کر پیش کیا اور ان کے اسلوب کو اپناتے ہوئے بہت سے مضامین قلمبند کیے۔''

نثر نگاری میں مولانا الطاف حسین حالی مینارہ نور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مولانا الطاف حسین حالی جدید اردو ادب بالخصوص جدید اردو شاعری کے معمار ہیں۔ آپ نے نثر اور نظم ہر دو محاذ پر دیرپا اور غیر معمولی اثرات چھوڑے ہیں۔ خصوصاً تحریک علی گڑھ کے خیالات و رجحانات کو پھیلانے اور استحکام دینے میں مولانا پیش پیش رہے۔ نثر اور نظم میں ان کی ہر تصنیف جدید اردو ادب کے ارتقاء میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔ حالی کی شاعری جدید انداز سادگی و پرکاری نئے فطری اور اصلاحی موضوعات کے باعث اہم مانی جاتی ہے۔ بہر کیف اس تناظر میں سرسید اور خصوصاً ابوالکلام آزاد کو کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ آپ ہر دو افراد نے مدعا نگاری اور استدلالی نثر کی بنیاد ڈالی۔ ان کی تحاریر میں تہہ داری، تبلیغی و اسلامی جوش، ندرت فکر، مفکرانہ سنجیدگی، اصلاحی جذبہ اور خطیبانہ و ناصحانہ انداز تا حد کمال

دیکھا جا سکتا ہے۔ سرسید سے قبل نظر مقفی، نثر مسجع، نثر رنگین، نثر پر تصنع اور پر تکلف نثر لکھنے کا رواج تھا اور ایسے ہی مرصع راقم کو با کمال انشا پرداز مانا جاتا تھا۔

اگر چہ میر امن اور دوسرے قلم کاروں نے بھی ان سے قبل سادگی اور سلاست کو اپنایا تھا مگر یہ صاحبان قلم روز مرہ کے معمولات اور وقتی شہرت تک ہی منحصر اور محدود رہے، سرسید نے مغربی مصنف ایڈیسن سے متاثر ہو کر جدید سائینٹیفک طرز تحریر کی بنیاد رکھی تھی جو قبول عام پا گئی۔ فکر انگیزی اور خصوصاً محاکات نگاری Simulation استعارے Metaphors، تشبیہات اور عام بول چال کے محاوروں کو یوں نثر میں شامل کرتے ہیں کہ گویا نثر پڑھتے شعر کا لطف آنے لگتا ہے۔ یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ نثر کے تمام فقروں میں وزن پیدا کرنے کے لیے الفاظ کی ترتیب میں الٹ پھیر کر دیا جاتا ہے۔ ایک مثال اس طرح دی جاتی ہے کہ: ''قامت موزوں کے روبرو سرو رواں ناچیز ہے اور کاکل پیچاں کے سامنے مشک ختن بے قدر ہے۔'' بعض حضرات کے نزدیک نثر مقفی اور نثر مسجع ہم معنی اصلاحات ہیں لیکن بعض علمائے ادب نثر مسجع کو نثر مقفی سے مختلف جانتے ہیں۔

مشہور سکالر غلام مصطفیٰ اشرفی نے کیا خوب کہا تھا کہ: ''صحافی ہو یا ادیب دونوں اپنا مواد ارد گرد پھیلی ہوئی زندگی سے لیتے ہیں۔ صحافی اس مضمون کو بغیر رنگ آمیزی کے بیان کر دیتا ہے مگر ادیب چونکہ حسن کار ہوتا ہے، ساتھ ہی جمالیاتی منطقوں تک اس کی رسائی ممکن ہوتی ہے۔ اس لیے وہ جمالیاتی پہلوؤں کو بہترین اسلوب کے ساتھ پیش کرتا ہے۔''

القصہ جدید نثر کے علمبرداروں میں ابوالکلام آزاد کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ اس حوالے سے چراغ حسن حسرت خود لکھتے ہیں کہ

''مجھے نثر نگاروں میں ابوالکلام کے سوا کسی کا انداز جچتا نہیں تھا۔''

حسرت کا مولانا ابوالکلام کے حوالے سے یہ شعر بھی ملاحظہ ہو کہ:

جب سے دیکھی ابوالکلام کی نثر
نظر حسرت میں بھی مزا نہیں رہا

نثر کے لغوی معنی بکھری ہوئی شے کے ہیں جو تحریر منظوم نہ ہو بلکہ عام گفتگو کی طرح لکھی جائے اسے نثر کہتے ہیں۔

نثر ایک ایسی اصطلاح ہے جس میں مصنف، ادیب یا لکھاری بغیر کسی موزوں صنعت کے اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے۔ اردو ادب کی بنیاد شاعری اور نثر پر ہے۔ ہر نثر میں چار طرح کے اوصاف ہوتے ہیں۔ عالمانہ، عارفانہ، شاعرانہ، منشیانہ معنی کے اعتبار سے نثر کی دو قسمیں ہیں۔ دقیق اور سلیس پھر ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔

ہمارے معاصرین میں جہاں بہت سے صاحبانِ کمال نثر نگاری کے میدان میں غیر معمولی صلاحیتوں کا لوہا منوا رہے ہیں۔ وہیں ایک معتبر نام افسانہ نگار، کالم نویس، تبصرہ نگار و شاعرہ محترمہ معظّمہ نقوی کا ہے۔ میرے پیش نظر ''نوائے نقوی کی صورت میں آپ کی نثری تخلیقات کا دل پذیر مجموعہ فردوس نظر ہے۔

آپ کی تحاریر میں قدرتی طور پر غیر معمولی سنجیدگی، متانت، سلاست، بلند درجہ فصاحت روانی، سلاست اور سادگی کارفرما ہے۔ آپ سادگی مگر قدرے پرکاری سے یوں مضمون کو الفاظ کا جامہ پہناتی ہیں کہ قاری بقدر بادام بھی بوجھل پن اور اُلجھن نہیں محسوس کرتا، مشمولات تصنیف میں، اقبال اور تعلیم، اردو تنقید کا مختصر پس منظر، اردو زبان تاریخ کے

آئینے میں سرسید احمد خان کیا سید تھے، معرفت عشق اور سستی شہرت خصوصاً درخور تحسین ہیں۔ جس سے آپ کی خداداد نثری صلاحیتوں کا ثبوت ملتا ہے۔

تحریر میں برجستگی دشتگی آپ کا خاصہ ہے۔ دوسری طرف مدعا نگاری Accuation نے آپ کی تحاریر میں سحر انگیزی کی سی کیفیت پیدا کر دی ہے یعنی یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ مقصدیت آپ کی گھٹیوں میں پیوست ہے۔ استہزاء اور پھکڑ پن کی علامات سے آپ کا دور بھی علاقہ نہیں بلکہ رشحات میں غور وفکر اور متانت وسنجیدگی کا عصر وافر پایا جاتا ہے۔ صداقت، اثر آفرینی درد واثر اور صداقت بھی معظّمہ کی تحریروں کا خاص قابل تحسین حصہ ہے۔

معظّمہ کنایات واستعارات وتشبیہات اور دیگر فنی لوازمات کو بروئے کار لا کر اپنے مافی الضمیر Conscience کو سچائی کے ساتھ پیش کرتی ہیں اور یہی وصف ان کی اثر آفرینی اور درد انگیزی کی وجہ بنتا ہے کہ دل سے بات نکلتی ہے اور دل پر اثر انداز ہی نہیں، بلکہ قلب و نظر کو فریفتہ بھی کرتی ہے، ساتھ ہی تعقل پسندی واستدلال alism ساتھ ہی تعقل پسندی و استدلال Rationalism کو بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتیں۔ معظّمہ نے اپنے معاصرین مضمون نگاروں، ادیبوں اور شعراء کو متاثر کیا ہے۔

تاریخ، فلسفہ، اخلاق، مذہب اور سیرت وغیرہ مختلف مضامین پر متنوع اسلوب اپنا کر مضامین لکھے ہیں۔ جنھیں عوام وخواص میں قبول عام ملا ہے۔

نثر میں موضوع کے ساتھ ساتھ جب اسلوب Procedure or Style بھی کارفرما ہو جاتا ہے تو اس میں از خود ادبیت شامل ہو جاتی ہے کیونکہ اسلوب ہی درحقیقت کسی خیال یا موضوع کو ادب کے دائرے میں داخل کرتا ہے۔

نثری مواد میں اسلوب ادائے خیالات ہوتا ہے، جس سے مراد مصنف کے ذہنی ارتقاء ورجحان کا قاری کے ذہن میں منتقل ہوجانا ہے۔ معظّمہ کی نثری تحریروں میں ان کی کشش فکر اوران کے بہترین اسلوب کی چھاپ لگی ہوئی ہے۔

اخباری کالم، سوانحی، تاریخی، مضامین، تاریخ نگاری، خاکہ نویسی ہو یا مطائبات وفکایات ان سب میں ان کا مخصوص طرز تحریر جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے قارئین آپ کے دل آویز اسلوب سے حد درجہ متاثر ہیں۔ معظّمہ نثر کی ہر صنف میں قدرت رکھتی ہیں۔ آپ کی متاع نثر مختلف النوع موضوعات پر عمل ہے۔ الغرض متین وسنجیدہ، خالص نثر جس میں قرطاس بھی فخر کرتا ہے آپ کا طرہ امتیاز ہے۔ اس کے علاوہ فکاہی مضامین، خاکہ نویسی، تراجم دیباچے، تنقیدات، تبصرے اور تحقیقی مضامین وغیرہ آپ کی نثری تحریروں کی مختلف صورتیں ہیں، جن پر بلاشبہ آپ ناز کرسکتی ہیں۔ آپ کے کالم صرف شعور خوب وزشت ہی نہیں بلکہ ذہن کی بالیدگی اور طراوت فکر کا سامان بھی مہیا کرتے ہیں۔ معظّمہ نقوی اپنے گردوپیش کے ماحول اور مقامی موضوعات کو اپنے کالموں میں منفرد انداز میں بیان کرتی ہیں۔ ان کے نوک قلم سے فکر آمیز تحریروں کا ایک گراں قدر ذخیرہ نکلتا ہے۔ معظّمہ کا اگرچہ نثری وشعری سرمایہ زیادہ نہیں پھر بھی جو کچھ حاصل ہوا کمیت میں نہ سہی مگر کیفیت میں بڑا ہمہ گیر اور اثر انگیز ہے۔

تخلیقی انشا پردازی کی ایک خوبی حُسن تحریر ہے۔ تخلیقی نثر لکھتے ہوئے کچھ ادیب ابہام یا ایہام کا شکار ہوجاتے ہیں جو معیار ابلاغ کو مجروح کرتا ہے لیکن معظّمہ کی نگارشات ایسے معائب سے پاک ہیں۔ یہ خوبی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

آپ غیر مبہم سلیس، رواں اور دلکش الفاظ سے مزین نثر ایجاد کرتی ہیں۔ان کا انداز اگر چہ شاعرانہ اور حکیمانہ ہے مگر آپ قافیہ پیمائی اور مشکل پسندی سے گریز کرتی ہیں، کسی بھی طرح کی خودنمائی یا نرگسیت کا مشاہدہ آپ کا وطیرہ نہیں ہے۔وہ ہر مقام پر شامل بھی ہیں مگر اس انداز میں کہ کبھی منظر نامے سے الگ بھی نظر آتی ہیں اور کہیں تو خود منظر بھی خود ناظر بھی اور کہیں کہیں خود نظارہ بھی ہیں۔تحریر کی یہی خوبی قاری کے جذبات میں ہیجان اور ایک طرح کا مدوجزر پیدا کرتی ہے۔دھیمہ پن اور ادائے شائستگی کا خیال ان کی تحاریر کے ایسے اوصاف ہیں جو انہیں اپنے معاصر انشاء پردازی سے قدآور بناتے ہیں۔

مظفر علی مظفر

فصلِ گل

بہ اعزاز ممتاز شاعرہ ادیبہ
محترمہ معظّمہ نقوی صاحبہ

عشق آنچل پہ جس نے وفائیں رکھیں
شبنمی سب گلوں پر ردائیں رکھی
اس کی آواز میں درد کے باب ہیں
جس کی آنکھوں میں امید ہے خواب ہیں
ایک تخلیق سی ایک فنکار ہے
ایک خوشبو سے وہ محوِ گفتار ہے
وہ کفِ دست میں رنگ بھرتی ہوئی
تتلی جگنو سی وہ اڑتی پھرتی ہوئی
پھول حسنِ محبت کے چنتی ہوئی

خواب کی اون پوروں سے بنتی ہوئی
اس کی خواہش کے ہر سو بہاریں رہیں
پھول پربت رہیں آبشاریں رہیں
عشق احمد کی وہ زمزمہ خواں رہے
حمد کرتی رہے نعت پڑھتی رہے
وہ بہن بھی ہے بیٹی بھی ماں بھی تو ہے
وہ شجر کی طرح ، آسماں بھی تو ہے
یہ دعا ہے مری باخدا ہے مری
سب کی تجھ سے یوں قائم عقیدت رہے
تیری سوچوں میں رنگِ امامت رہے
تو سلامت رہے تا قیامت رہے

شاعر: مبشر سلیم بشر

مصنفہ معظّمہ نقوی کی تصانیف

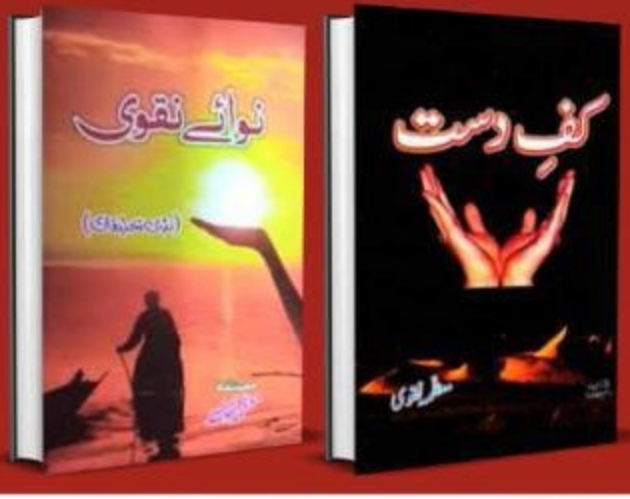

@PressForPeace
pressforpeacefoundation
+92 322 4645781
pressforpeace
پریس فار پیس پبلی کیشنز
Press for Peace Publications